اضافہ شدہ دوم ایڈیشن: ذوالقعدہ 1444ھ/جون 2023

قربانی کے حکم، شرائط اور نصاب سے متعلق تفصیلی احکام پر مشتمل ایک عام فہم رسالہ

قربانی کس پر واجب ہے؟

مبین الرحمٰن
فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی اور توفیق سے آج سے تین سال قبل یکم ذوالقعدہ 1441ھ سے بندہ نے اپنے ’’سلسلہ اصلاحِ اَغلاط‘‘ کے تحت قربانی کے فضائل واحکام کا قسط وار سلسلہ شروع کیا، جس کے ضمن میں قربانی کے وجوب، نصاب اور شرائط سے متعلق تفصیلی طور پر متعدد قسطیں تحریر کی گئیں، پھر انھی اقساط کو یکجا کر کے شائع کیا گیا تھا تاکہ استفادہ کرنے میں سہولت رہے۔ اب اس کا دوم ایڈیشن عام کیا جارہا ہے۔

حضرات اہلِ علم سے درخواست ہے کہ اس تحریر میں کسی قسم کی کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں، بندہ ممنون رہے گا۔ جزاکم اللہ خیرًا

اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرما کر بندہ کے لیے، بندہ کے والدین، اہل وعیال، خاندان، اساتذہ کرام، حضرات اکابر، احباب اور پوری امتِ مسلمہ کے لیے صدقہ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔

بندہ مبین الرحمٰن

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

ذوالقعدہ 1444ھ/ جون 2023

03362579499

اجمالی فہرست

قُربانی کا حکم

مع قربانی نہ کرنے پر وعید

فہرست:

قربانی کا حکم:

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قربانی واجب ہے اور یہی راجح قول ہے، جبکہ دیگر متعدد ائمہ کرام کے نزدیک سنتِ مؤکدہ ہے۔اس کی مزید تفصیل آگے ذکر ہوگی ان شاءاللہ۔

- البحر الرائق میں ہے:

قال رَحِمَهُ اللهُ: (تَجِبُ على حُرٍّ مُسْلِمٍ مُوسِرٍ مُقِيمٍ على نَفْسِهِ لَا عن طِفْلِهِ شَاةٌ أو سُبُعُ بَدَنَةٍ فَجْرَ يَوْمِ النَّحْرِ إلَى آخِرِ أَيَّامِهِ) يَعْنِي صِفَتُهَا أنها وَاجِبَةٌ، وَعَنْ أبي يُوسُفَ: أنها سُنَّةٌ، وَذَكَرَ الطَّحَاوِيُّ أنها سُنَّةٌ على قَوْلِ أبي يُوسُفَ وَمُحَمَّدٍ، وهو قول الشافعي، لهم قَوْلُهُ ﷺ: إذَا رَأَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ وَأَرَادَ أحدكم أَنْ يُضَحِّيَ فَلْيُمْسِكْ عن شَعْرِهِ وَأَظْفَارِهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَجَمَاعَةٌ أخرى، وَالتَّعْلِيقُ بِالْإِرَادَةِ يُنَافِي الْوُجُوبَ، وَلِأَنَّهَا لو كانت وَاجِبَةً على الْمُقِيمِ لَوَجَبَتْ على الْمُسَافِرِ كَالزَّكَاةِ وَصَدَقَةِ الْفِطْرِ؛ لِأَنَّهُمَا لَا يَخْتَلِفَانِ بِالْعِبَادَةِ الْمَالِيَّةِ. وَدَلِيلُ الْوُجُوبِ قَوْلُهُ ﷺ: من وَجَدَ سَعَةً ولم يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا. رَوَاهُ أَحْمَدُ وابن مَاجَهْ، وَمِثْلُ هذا الْوَعِيدِ لَا يَلْحَقُ بِتَرْكِ غَيْرِ الْوَاجِبِ، وَلِأَنَّهُ عليه الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَمَرَ بِإِعَادَتِهَا من قَوْلِهِ: من ضَحَّى قبل الصَّلَاةِ فَلْيُعِد الْأُضْحِيَّةَ. وَإِنَّمَا لَا تَجِبُ على الْمُسَافِرِ؛ لِأَنَّ أَدَاءَهَا مُخْتَصٌّ بِأَسْبَابٍ تَشُقُّ على الْمُسَافِرِ وَتَفُوتُ بِمُضِيِّ الْوَقْتِ فَلَا يَجِبُ عليه شَيْءٌ لِدَفْعِ الْحَرَجِ عنه كَالْجُمُعَةِ، بِخِلَافِ الزَّكَاةِ وَصَدَقَةِ الْفِطْرِ؛ لِأَنَّهُمَا لَا يَفُوتَانِ بِمُضِيِّ الزَّمَانِ فَلَا يَخْرُجُ.

فائدہ برائے اہلِ علم:

ضمن میں یہ علمی نکتہ بھی اہلِ علم کے لیے مفید ہوگا کہ حنفیہ کے نزدیک قربانی کا وجوب صدقۃ الفطر اور سجدہ تلاوت سمیت دیگر واجبات کے مقابلے میں اخفّ ہے۔

- البحر الرائق میں ہے:

قال الْقُدُورِيُّ: الْوَاجِبُ على مَرَاتِبَ بَعْضُهَا آكَدُ من بَعْضٍ، وَوُجُوبُ سَجْدَةِ التِّلَاوَةِ آكَدُ من وُجُوبِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ، وَصَدَقَةُ الْفِطْرِ وُجُوبُهَا آكَدُ من وُجُوبِ الْأُضْحِيَّةِ. (كتاب الأضحية)

استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر وعید:

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جس کے پاس وسعت ہو اور وہ اس کے باوجود بھی قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔“ (حدیث: 3123)

اس حدیث سے متعدد امور معلوم ہوتے ہیں:

1۔ مذکورہ حدیث شریف میں صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود قربانی نہ کرنے پر وعید بیان ہونے سے قربانی کی اہمیت اور تاکید معلوم ہو جاتی ہے۔

2۔ صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود قربانی نہ کرنے پر وعید سے قربانی کے واجب ہونے کی طرف بھی اشارہ ہو جاتا ہے کیوں کہ یہ وعید واجب جیسے احکام ترک کرنے پر ہی وارد ہو سکتی ہے۔(البحر الرائق)

3۔ البتہ یہ واضح رہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ جو صاحبِ نصاب شخص قربانی نہ کرے تو وہ عید کی نماز پڑھنے بھی نہ آئے یا اس کی نمازِ عید ادا نہیں ہوتی، کیوں کہ نمازِ عید کی درستی اور ادائیگی قربانی کرنے پر موقوف نہیں، بلکہ عید کی نماز ایسے شخص کے ذمے بھی واجب ہے، در حقیقت اس حدیث سے مقصود زجر و تنبیہ اور اظہارِ ناراضگی ہے کہ استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنے والا شخص اس جرم کی پاداش میں اس قابل ہے ہی نہیں کہ وہ خیر، برکتوں اور رحمتوں پر مشتمل نمازِ عید کے عظیم مبارک اجتماع میں حاضر ہو!

نہ جانے کتنے لوگ ایسے ہوں گے جو صاحبِ استطاعت ہونے کے باوجود بھی لاعلمی کی وجہ سے یا پھر جان بوجھ کر قربانی نہیں کرتے، اور طرح طرح کے بہانے بناتے ہیں۔ حیرت ہے ان لوگوں پر جو اپنی شادی بیاہ اور خوشی کی تقریبات میں تو لاکھوں روپے بے دریغ خرچ کرتے ہیں حتیٰ کہ ایسے امور کے لیے قرض لے کر اس کا بوجھ بھی برداشت کرتے ہیں لیکن جب قربانی کی باری آتی ہے تو طرح طرح کے حیلے بہانے اور عذر پیش کرنے لگتے ہیں! یقیناً اللہ خوب جاننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے! وہ خوب جانتا ہے کہ کونسا عذر قبول ہے اور کونسا نہیں! ہمیں غور کرنا چاہیے کہ کیا آخرت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ عذر اور بہانے پیش کیے جانے کے

قابل ہیں؟؟ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے اور ہمیں قربانی کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم خوشی خوشی قربانی کی عبادت سرانجام دے سکیں اور قربانی ترک کرنے کی اس سنگین وعید کے حق دار نہ بنیں۔

4۔اسی طرح اس حدیث میں ’’وُسعت‘‘ کی قید سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ قربانی ہر ایک پر واجب نہیں بلکہ وُسعت اور استطاعت والے شخص ہی پر واجب ہے، اور صاحبِ وسعت سے مراد صاحبِ نصاب ہونا ہے۔قربانی کے نصاب کی تفصیل آگے مستقل عنوان کے تحت آرہی ہے ان شاءاللہ۔

- سنن ابن ماجہ میں ہے:

٣١٢٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا».

- وفي حاشية السندي على سنن ابن ماجه:

قَوْلُهُ: «فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا» لَيْسَ الْمُرَادُ أَنَّ صِحَّةَ الصَّلَاةِ تَتَوَقَّفُ عَلَى الْأُضْحِيَّةِ، بَلْ هُوَ عُقُوبَةٌ لَهُ بِالطَّرْدِ عَنْ مَجَالِسِ الْأَخْيَارِ، وَهَذَا يُفِيدُ الْوُجُوبَ، وَاللهُ تَعَالَى أَعْلَمُ.

تحقیقِ حدیث: وسعت کے باوجود قربانی نہ کرنے پر وعید!

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’جس کے پاس وسعت ہو اور وہ اس کے باوجود بھی قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے۔‘‘

- سنن ابن ماجہ میں ہے:

٣١٢٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا».

مذکورہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ متعدد کتبِ احادیث میں مروی ہے جیسے: **السنن الصغریٰ للبیہقی، السنن الکبریٰ للبیہقی، شعب الایمان للبیہقی، مسند احمد، سنن الدار قطنی اور مستدرک حاکم وغیرہ۔**

تحقیقِ حدیث:

مذکورہ حدیث متعدد جلیل القدر محدثین کرام کے نزدیک معتبر اور قابلِ قبول ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

1۔ امام حاکم رحمہ اللہ نے ’’مستدرک حاکم‘‘ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے یعنی ان کے نزدیک بھی صحیح ہے:

٧٥٦٥- أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ أَيُّوبَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَاتِمٍ الرَّازِيُّ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَيَّاشٍ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ الأَعْرَجُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «مَنْ كَانَ لَهُ مَالٌ فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا». وَقَالَ مَرَّةً: «مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يَذْبَحْ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا».

هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

تعليق الذهبي في «التلخيص»: صحيح.

2۔ امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے ’’فتح الباری‘‘ میں اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے

کہ اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے، درست بات یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے:
وَأَقْرَبُ مَا يُتَمَسَّكُ بِهِ لِلْوُجُوبِ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ: «مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يقربن مصلانا»، أخرجه بن مَاجَهْ وَأَحْمَدُ، وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ، لَكِنِ اخْتُلِفَ فِي رَفْعِهِ وَوَقْفِهِ، وَالْمَوْقُوفُ أَشْبَهُ بِالصَّوَابِ، قَالَهُ الطَّحَاوِيُّ وَغَيْرُهُ. (كتاب الأضاحي)

3۔امام عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ نے ''فیض القدیر'' میں امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی موافقت کی ہے:
قال أحمد: يكره أو يحرم تركها؛ لخبر أحمد وابن ماجه: «من وجد سعة فلم يضح فلا يقربن مصلانا» (طب عن ابن عباس) قال ابن حجر: رجاله ثقات، لكن في رفعه خلف.
(حرف الهمزة)

اسی طرح اپنی ایک اور کتاب ''التیسیر بشرح الجامع الصغیر'' میں اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے:
(من كان له سعة ولم يضح فلا يقر بن مصلانا) أخذ بظاهره أبو حنيفة فأوجبها على من ملك نصابا، وقال البقية: سنة. (ه ك عن أبي هريرة) وإسناده صحيح. (حرف الميم)

4۔امام شہاب الدین احمد قسطلانی رحمہ اللہ نے ''ارشاد الساری'' میں امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی یہی بات نقل فرمائی ہے جو کہ موافقت کی علامت ہے:
قال ابن حجر: وأقرب ما يتمسك به للوجوب حديث أبي هريرة رفعه: «من وجد سعة فلم يضحّ فلا يعبرنّ مصلانا» أخرجه ابن ماجه، ورجاله ثقات، لكنه اختلف في رفعه ووقفه، والموقوف أشبه بالصواب، قاله الطحاوي وغيره. (كتاب الأضاحي)

5۔امام محدث عینی رحمہ اللہ نے ''عمدۃ القاری'' میں امام حاکم کے حوالے سے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے:
ووجه الوجوب ما رواه ابن ماجه عن عبد الرحمن الأعرج عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: «من كان له سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا»، وأخرجه الحاكم وقال: صحيح الإسناد. (كتاب الأضاحي)

6۔امام محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمہ اللہ نے بھی ''شرح الزرقانی علی الموطا'' میں اس کے راویوں کو ثقہ قرار دیا

ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے، درست بات یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے:

وَأَقْرَبُ مَا يُتَمَسَّكُ بِهِ لِلْوُجُوبِ الَّذِي ذَهَبَ إِلَيْهِ الْحَنَفِيَّةُ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ: «مَنْ وَجَدَ سَعَةً فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا» أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَهْ، وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ، لَكِنِ اخْتُلِفَ فِي رَفْعِهِ وَوَقْفِهِ، وَالْوَقْفُ أَشْبَهُ بِالصَّوَابِ، قَالَهُ الطَّحَاوِيُّ وَغَيْرُهُ.

(بَاب الضَّحِيَّةِ عَمَّا فِي بَطْنِ الْمَرْأَةِ وَذِكْرِ أَيَّامِ الْأَضْحَى)

7۔ علامہ شمس الدین محمد سفارینی رحمہ اللہ نے بھی ''کشف اللثام'' میں مسند احمد میں روایت کردہ اس حدیث کے راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے، درست بات یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے:

وأقرب ما يتمسك به للوجوب حديثُ أبي هريرة رفعه: «من وجد سَعَةً، فلم يُضَحِّ، فلا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانا»، أخرجه الإمام أحمد، وابن ماجه، ورجالُ الإمام أحمد ثقات، لكنه اختلف في رفعه ووقفه، والموقوف أشبه بالصواب، قاله الطحاوي وغيره. (باب الأضاحي)

چند وضاحتیں:

1۔ ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ متعدد جلیل القدر محدثین کرام کے نزدیک مذکورہ حدیث کے راوی ثقہ ہیں، اس لیے یہ روایت معتبر، قابلِ قبول اور قابلِ استدلال ہے۔ اسی طرح متعدد محدثین کرام اور فقہاء عظام رحمہم اللہ نے اس حدیث کو بطورِ استدلال پیش کیا ہے، یہ بھی ان کے نزدیک اس حدیث کے معتبر ہونے کی دلیل ہے۔

2۔ اس حدیث کے مرفوع یا موقوف ہونے میں محدثین کرام کا اختلاف ہے، متعدد محدثین کرام نے اس کے موقوف ہونے کو درست قرار دیا ہے، جبکہ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو محض موقوف قرار دینے کی بات درست نہیں کیوں کہ یہ مرفوع حدیث ہی کے حکم میں ہے۔ گویا کہ اول تو اگر اس کو

موقوف تسلیم کرلیا جائے تب بھی محض اس بنا پر حدیث کو غیر معتبر قرار نہیں دیا جاسکتا کیوں کہ یہ کوئی جرح اور عیب نہیں، دوم یہ کہ یہ مرفوع حدیث ہی کے حکم میں ہے کیوں کہ ایسی بات قیاس واجتہاد سے نہیں کہی جاسکتی، اس لیے یہ بات صحابی نے حضور اقدس ﷺ سے سن کر ہی بیان فرمائی ہے۔

- مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح:

وَمِمَّا يُؤَيِّدُ الْوُجُوبَ خَبَرُ: «مَنْ وَجَدَ سَعَةً لِأَنْ يُضَحِّيَ فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَحْضُرْ مُصَلَّانَا»، وَأَمَّا قَوْلُ ابْنِ حَجَرٍ: «إِنَّهُ مَوْقُوفٌ عَلَى أَبِي هُرَيْرَةَ» فَمَدْفُوعٌ، لِأَنَّ مِثْلَ هَذَا الْمَوْقُوفِ فِي حُكْمِ الْمَرْفُوعِ.
(بَابٌ فِي الْأُضْحِيَّةِ)

3۔ حضرات احناف اس جیسی روایات کی رو سے قربانی کو واجب قرار دیتے ہیں، چوں کہ یہ روایت معتبر ہے اس لیے اس روایت کو غیر معتبر قرار دے کر احناف کے مذہب کو غلط قرار دے دینا واضح طور پر غلط ہے، اور چوں کہ قربانی کی اہمیت اور تاکید دیگر متعدد روایات سے بھی ثابت ہوتی ہے اس لیے زیرِ نظر روایت کو غیر معتبر قرار دے کر احناف کے مذہب کو غلط قرار دینے کی آڑ میں مسلمانوں کے دلوں سے قربانی کے عمل کی اہمیت ختم کرنے کی مروجہ کوششیں بے بنیاد اور قابلِ مذمت ہیں۔

4۔ آجکل جو حضرات قربانی کے وجوب یا تاکید سے متعلق وارد ہونے والی تمام روایات کو غیر معتبر قرار دے کر مسلمانوں کو شکوک وشبہات میں مبتلا کر کے ان کے دلوں سے قربانی کی اہمیت ختم کرنا چاہتے ہیں، ان کی چالوں کو سمجھنا چاہیے اور ان سے دور رہنا چاہیے۔

قربانی

واجب ہونے کی شرائط اور نصاب

فہرست:

- قربانی واجب ہونے کی شرائط۔
- قربانی واجب ہونے کا اجمالی نصاب۔
- زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی کے نصاب سے متعلق بعض غلط فہمیوں کا اِزالہ۔
- زکوٰۃ کے نصاب کے اعتبار سے مسلمانوں کے تین طبقات۔
- قربانی اور زکوٰۃ کے نصاب میں فرق۔
- قربانی کا تفصیلی نصاب۔
- قربانی واجب ہونے کے لیے کس وقت صاحبِ نصاب ہونا ضروری ہے؟

قربانی واجب ہونے کی شرائط:

یہ بات واضح رہے کہ شریعت نے قربانی کی عبادت ہر مسلمان پر واجب قرار نہیں دی ہے، بلکہ اس کے لیے کچھ مخصوص شرائط رکھی ہیں، ان شرائط کے پائے جانے کے بعد ہی قربانی واجب ہوتی ہے۔ ذیل میں یہ شرائط ذکر کی جاتی ہیں:

1۔ مسلمان ہونا:

قربانی واجب ہونے کے لیے صاحبِ ایمان ہونا ضروری ہے کیوں کہ یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ ایمان نہ ہونے کی وجہ سے غیر مسلم کی قربانی قبول ہی نہیں ہوتی، اس لیے کہ اعمال کی قبولیت کی شرائط میں سے بنیادی شرط ایمان ہے۔

2۔ بالغ ہونا:

قربانی واجب ہونے کے لیے بالغ ہونا ضروری ہے کہ صرف بالغ ہی پر قربانی واجب ہوتی ہے، اس لیے نابالغ پر قربانی واجب نہیں اگرچہ اس کی ملکیت میں نصاب کے بقدر مال موجود ہو، اور یہی بات راجح اور مفتیٰ بہ ہے۔ اگرچہ بعض مشایخ کرام کے نزدیک اگر نابالغ صاحبِ نصاب ہو تو اس پر بھی قربانی واجب ہے، لیکن یہ قول راجح نہیں ہے۔

نابالغ پر قربانی واجب ہونے کی تفصیل:

1۔ راجح اور مفتیٰ بہ قول یہ ہے کہ قربانی واجب ہونے کے لیے بالغ ہونا ضروری ہے، اس لیے نابالغ کی ملکیت میں اگر نصاب کے برابر رقم موجود ہو تب بھی اس پر قربانی واجب نہیں ہوتی، اسی طرح والد کے ذمے بھی یہ واجب نہیں کہ وہ اپنے مال میں سے اپنی صاحبِ نصاب نابالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرے۔

2۔ اگر والد اپنے مال میں سے اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی نفلی قربانی کرنا چاہے تو یہ جائز ہے بلکہ بعض اہلِ علم نے اس کو مستحب قرار دیا ہے۔

3۔ما قبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ والد کو اپنے صاحبِ نصاب نابالغ بچے کے مال میں سے اس کی طرف سے قربانی کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے، البتہ اگر والد نے اپنے صاحبِ نصاب نابالغ بچے کے مال میں سے اس کی طرف سے قربانی کی تو ایسی صورت میں والد کے لیے اس کا گوشت نہ تو خود کھانا جائز ہے، نہ تقسیم کرنا جائز ہے اور نہ ہی بچے کے علاوہ کسی اور کو کھلانا جائز ہے، کیوں کہ نابالغ کے مال میں ایسا تصرّف کرنا جائز نہیں، اسی طرح اس گوشت کو صدقہ کرنا بھی جائز نہیں کیوں کہ نابالغ کے مال کو صدقہ کرنا جائز نہیں، بلکہ ایسی صورت میں صرف وہ نابالغ بچہ ہی اپنی قربانی کے گوشت کو کھا سکتا ہے، اس لیے اس کے لیے وہ گوشت ذخیرہ کردیا جائے، البتہ اگر وہ بچہ سارا گوشت کھانے کی استطاعت نہیں رکھتا تو وہ جس قدر گوشت کھانے کی استطاعت رکھتا ہو تو اسی قدر اس کے لیے ذخیرہ کردیا جائے، جبکہ باقی گوشت کو ایسی چیزوں کے عوض فروخت کردیا جائے جن کو باقی رکھتے ہوئے ان سے فائدہ اٹھایا جاتا ہو اور وہ بچے کے استعمال میں آئیں جیسے گوشت کے عوض اس کے لیے جوتے، کپڑے وغیرہ خریدے جائیں۔ واضح رہے کہ اس بقیہ گوشت کو رقم کے عوض فروخت کرنا جائز نہیں اور نہ ہی ایسی چیزوں کے عوض فروخت کرنا جائز ہے جنھیں باقی رکھتے ہوئے فائدہ نہ اٹھایا جاتا ہو بلکہ ان سے فائدہ اٹھانے سے وہ ختم ہوجاتے ہوں، جیسے اس گوشت کے عوض کھانے پینے کی چیزیں خریدنا ناجائز ہے۔

- الدر المختار:

(عَنْ نَفْسِهِ لَا عَنْ طِفْلِهِ) عَلَى الظَّاهِرِ، بِخِلَافِ الْفِطْرَةِ ..... (وَيُضَحِّي عَنْ وَلَدِهِ الصَّغِيرِ مِنْ مَالِهِ) صَحَّحَهُ فِي «الْهِدَايَةِ» (وَقِيلَ: لَا) صَحَّحَهُ فِي «الْكَافِي». قَالَ: وَلَيْسَ لِلْأَبِ أَنْ يَفْعَلَهُ مِنْ مَالِ طِفْلِهِ، وَرَجَّحَهُ ابْنُ الشِّحْنَةِ. قُلْت: وَهُوَ الْمُعْتَمَدُ لِمَا فِي مَتْنِ «مَوَاهِبِ الرَّحْمَنِ» مِنْ أَنَّهُ أَصَحُّ مَا يُفْتَى بِهِ. وَعَلَّلَهُ فِي «الْبُرْهَانِ» بِأَنَّهُ إنْ كَانَ الْمَقْصُودُ الْإِتْلَافُ فَالْأَبُ لَا يَمْلِكُهُ فِي مَالِ وَلَدِهِ كَالْعِتْقِ، أَوِ التَّصَدُّقِ بِاللَّحْمِ، فَمَالُ الصَّبِيِّ لَا يَحْتَمِلُ صَدَقَةَ التَّطَوُّعِ، وَعَزَاهُ لِـ«الْمَبْسُوطِ» فَلْيُحْفَظْ. ثُمَّ فَرَّعَ عَلَى الْقَوْلِ الْأَوَّلِ بِقَوْلِهِ: (وَأَكَلَ مِنْهُ الطِّفْلُ) وَادَّخَرَ لَهُ قَدْرَ حَاجَتِهِ (وَمَا بَقِيَ يُبَدَّلُ بِمَا يَنْتَفِعُ) الصَّغِيرُ (بِعَيْنِهِ) كَثَوْبٍ وَخُفٍّ لَا بِمَا يُسْتَهْلَكُ كَخُبْزٍ وَنَحْوِهِ ابْنُ كَمَالٍ، وَكَذَا

الْجَدُّ وَالْوَصِيُّ.

- رد المحتار على الدر المختار:

(قَوْلُهُ: لَا عَنْ طِفْلِهِ) أَيْ مِنْ مَالِ الْأَبِ، ط. (قَوْلُهُ: عَلَى الظَّاهِرِ) قَالَ فِي «الْخَانِيَّةِ»: فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ أَنَّهُ يُسْتَحَبُّ وَلَا يَجِبُ، بِخِلَافِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ. وَرَوَى الْحَسَنُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ: يَجِبُ أَنْ يُضَحِّيَ عَنْ وَلَدِهِ وَوَلَدِ وَلَدِهِ الَّذِي لَا أَب لَهُ، وَالْفَتْوَى عَلَى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ اهـ ...... (قَوْلُهُ: وَيُضَحِّي عَنْ وَلَدِهِ الصَّغِيرِ مِنْ مَالِهِ) أَيْ مَالِ الصَّغِيرِ وَمِثْلُهُ الْمَجْنُونُ. قَالَ فِي «الْبَدَائِعِ»: وَأَمَّا الْبُلُوغُ وَالْعَقْلُ فَلَيْسَا مِنْ شَرَائِطِ الْوُجُوبِ فِي قَوْلِهِمَا، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ مِنْ الشَّرَائِطِ حَتَّى لَا تَجِبَ التَّضْحِيَةُ فِي مَالِهِمَا لَوْ مُوسِرَيْنِ، وَلَا يَضْمَنُ الْأَبُ أَوْ الْوَصِيُّ عِنْدَهُمَا، وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ: يَضْمَنُ. ..... (قَوْلُهُ: صَحَّحَهُ فِي «الْهِدَايَةِ») حَيْثُ قَالَ: وَالْأَصَحُّ أَنْ يُضَحِّيَ مِنْ مَالِهِ. فَقَوْلُ ابْنِ الشِّحْنَةِ إنَّهُ فِي «الْهِدَايَةِ» لَمْ يُصَحِّحْ شَيْئًا بَلْ مُقْتَضَى صَنِيعِهِ تَرْجِيحُ عَدَمِ الْوُجُوبِ فِيهِ نَظَرٌ، وَلَعَلَّهُ سَاقِطٌ مِنْ نُسْخَتِهِ. (قَوْلُهُ: قُلْت وَهُوَ الْمُعْتَمَدُ) وَاخْتَارَهُ فِي «الْمُلْتَقَى» حَيْثُ قَدَّمَهُ، وَعَبَّرَ عَنِ الْأَوَّلِ بِـ«قِيلَ»، وَرَجَّحَهُ الطَّرَسُوسِيُّ بِأَنَّ الْقَوَاعِدَ تَشْهَدُ لَهُ، وَلِأَنَّهَا عِبَادَةٌ، وَلَيْسَ الْقَوْلُ بِوُجُوبِهَا أَوْلَى مِنَ الْقَوْلِ بِوُجُوبِ الزَّكَاةِ فِي مَالِهِ. (قَوْلُهُ: بِمَا يَنْتَفِعُ بِعَيْنِهِ) ظَاهِرُهُ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ بَيْعُهُ بِدَرَاهِمَ ثُمَّ يَشْتَرِيَ بِهَا مَا ذُكِرَ، ط، وَيُفِيدُهُ مَا نَذْكُرُهُ عَن «الْبَدَائِعِ». (قَوْلُهُ: وَكَذَا الْجَدُّ وَالْوَصِيُّ) أَيْ كَالْأَبِ فِي جَمِيعِ مَا ذُكِرَ. .... (قوله: وَمِنْ مَالِ طِفْلٍ إلَخْ) حَاصِلُهُ أَنَّ الصَّحِيحَ عَدَمُ وُجُوبِهَا فِي مَالِ الطِّفْلِ، وَلَا يَجِبُ عَلَى الْأَبِ فِي حَقِّ طِفْلِهِ أَنْ يُضَحِّيَ عَنْهُ مِنْ مَالِ نَفْسِهِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ كَمَا مَرَّ مَبْسُوطًا. (كِتَابُ الْأُضْحِيَّةَ)

- مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر:

(وَإِنَّمَا تَجِبُ) التَّضْحِيَةُ .... (عَلَى حُرٍّ) ...... (عَنْ نَفْسِهِ) يَتَعَلَّقُ بِقَوْلِهِ: «تَجِبُ»؛ لِأَنَّهُ أَصْلٌ فِي الْوُجُوبِ عَلَيْهِ (لَا عَنْ طِفْلِهِ) أَيْ أَوْلَادِهِ الصِّغَارِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ؛ لِكَوْنِهَا قُرْبَةً مَحْضَةً فَلَا تَجِبُ عَلَى الْغَيْرِ بِسَبَبِ الْغَيْرِ. (وَقِيلَ) أَيْ فِي رِوَايَةِ الْحَسَنِ عَنِ الْإِمَامِ (تَجِبُ عَنْهُ) أَيْ عَنِ الطِّفْلِ (أَيْضًا) أَيْ كَنَفْسِهِ؛ لِكَوْنِهَا قُرْبَةً مَالِيَّةً، وَالطِّفْلُ فِي مَعْنَى نَفْسِهِ فَيَلْحَقُ بِهِ كَمَا فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ. (وَقِيلَ: يُضَحِّي عَنْهُ) أَيْ عَنِ الطِّفْلِ (أَبُوهُ أَوْ وَصِيُّهُ مِنْ مَالِهِ) إنْ كَانَ لَهُ مَالٌ (فَيُطْعِمُ) الطِّفْلَ (مِنْهَا مَا أَمْكَنَ) الْإِطْعَامُ بِقَدْرِ الْحَاجَةِ (وَيَسْتَبْدِلُ بِالْبَاقِي مَا يَنْتَفِعُ بِهِ مَعَ بَقَائِهِ) كَالثَّوْبِ وَالْخُفِّ فَلَا

يَسْتَبْدِلُ بِمَا يَنْتَفِعُ بِهِ بِالِاسْتِهْلَاكِ كَالْخُبْزِ وَالْإِدَامِ؛ لِأَنَّ الْوَاجِبَ هُوَ إِرَاقَةُ الدَّمِ فَالتَّصَدُّقُ بِاللَّحْمِ تَبَرُّعٌ، وَهُوَ لَا يَجْرِي فِي مَالِ الصَّبِيِّ، فَيَنْبَغِي أَنْ يُطْعِمَ الطِّفْلَ وَيَدَّخِرَ لَهُ وَيَسْتَبْدِلَ الْبَاقِي بِالْأَشْيَاءِ الَّتِي يَنْتَفِعُ الطِّفْلُ بِهَا مَعَ بَقَاءِ أَعْيَانِهَا اعْتِبَارًا بِجِلْدِ الْأُضْحِيَّةِ. وَفِي «الْهِدَايَةِ»: وَإِنْ كَانَ لِلصَّغِيرِ مَالٌ يُضَحِّي عَنْهُ أَبُوهُ أَوْ وَصِيُّهُ مِنْ مَالِهِ عِنْدَ الشَّيْخَيْنِ، وَقَالَ مُحَمَّدٌ وَزُفَرُ وَالشَّافِعِيُّ: مِنْ مَالِ نَفْسِهِ لَا مِنْ مَالِ الصَّغِيرِ. فَالْخِلَافُ فِي هَذَا كَالْخِلَافِ فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ، وَقِيلَ: لَا تَجُوزُ التَّضْحِيَةُ مِنْ مَالِهِ الصَّغِيرِ فِي قَوْلِهِمْ جَمِيعًا؛ لِمَا قَرَّرْنَاهُ قُبَيْلَهُ، وَالْأَصَحُّ أَنْ يُضَحِّيَ مِنْ مَالِهِ يَأْكُلُ مِنْهُ مَا أَمْكَنَهُ وَيَبْتَاعُ بِمَا بَقِيَ مَا يَنْتَفِعُ بِعَيْنِهِ. (كِتَابُ الْأُضْحِيَّةِ)

3۔ عاقل ہونا:

قربانی واجب ہونے کے لیے عاقل ہونا ضروری ہے کیوں کہ مجنون پر قربانی واجب نہیں اگرچہ وہ صاحبِ نصاب ہو۔

4۔ مقیم ہونا:

قربانی واجب ہونے کے لیے مقیم ہونا ضروری ہے کیوں کہ مسافر پر قربانی واجب نہیں اگرچہ وہ صاحبِ نصاب ہو۔

وضاحت:

شرعی اعتبار سے مسافر سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے مقام سے 48 میل (یعنی 77.25 کلو میٹر) یا اس سے زیادہ مسافت کے سفر پر ہو اور کسی جگہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ مدت رہنے کی نیت نہ کی ہو۔ اس کی مزید تفصیل کا یہ موقع نہیں، اس کے لیے متعلقہ کتب کی طرف رجوع کر لیا جائے۔

مسئلہ:

اگر کوئی مسافر قربانی کے تین دنوں میں مقیم ہو گیا اور وہ صاحبِ نصاب بھی تھا تو اس پر قربانی واجب ہو گی، اسی طرح اگر کوئی صاحبِ نصاب مقیم شخص قربانی ہی کے ایام میں مسافر ہو جائے تو اس کے ذمہ قربانی

واجب نہیں رہی، اگر ایسی صورتحال میں وہ جانور خرید کر لایا تھا تو اس کے لیے وہ جانور فروخت کر کے اس کی رقم اپنے استعمال میں لانا درست ہے۔

5۔ صاحبِ نصاب ہونا:

قربانی واجب ہونے کے لیے صاحبِ نصاب ہونا ضروری ہے کیوں کہ جو شخص صاحبِ نصاب نہ ہو اس پر قربانی واجب نہیں۔

خلاصہ:

قربانی ہر اُس مسلمان پر واجب ہے جو عاقل، بالغ، مقیم اور صاحبِ نصاب ہو چاہے مرد ہو یا عورت۔

(ردالمحتار، فتاویٰ عالمگیری، مبسوط السرخسی، جواہر الفقہ، فتاویٰ محمودیہ)

مسئلہ:

اگر مسافر اور غیر صاحبِ نصاب شخص بخوشی نفلی قربانی کرنا چاہیں تو بھی درست ہے۔ (ردالمحتار)

- الدر المختار میں ہے:

وَشَرْعًا: (ذَبْحُ حَيَوَانٍ مَخْصُوصٍ بِنِيَّةِ الْقُرْبَةِ فِي وَقْتٍ مَخْصُوصٍ. وَشَرَائِطُهَا: الْإِسْلَامُ وَالْإِقَامَةُ وَالْيَسَارُ الَّذِي يَتَعَلَّقُ بِهِ) وُجُوبُ (صَدَقَةِ الْفِطْرِ) كَمَا مَرَّ (لَا الذُّكُورَةُ فَتَجِبُ عَلَى الْأُنْثَى) خَانِيَّةٌ .... (فَتَجِبُ) التَّضْحِيَةُ: أَيْ إرَاقَةُ الدَّمِ مِن النَّعَمِ عَمَلًا لَا اعْتِقَادًا بِقُدْرَةٍ مُمْكِنَةٍ .... (عَلَى حُرٍّ مُسْلِمٍ مُقِيمٍ) بِمِصْرٍ أَوْ قَرْيَةٍ أَوْ بَادِيَةٍ، «عَيْنِيٌّ»، فَلَا تَجِبُ عَلَى حَاجٍّ مُسَافِرٍ، فَأَمَّا أَهْلُ مَكَّةَ فَتَلْزَمُهُمْ وَإِنْ حَجُّوا، وَقِيلَ: لَا تَلْزَمُ الْمُحْرِمَ، «سِرَاجٌ»، (مُوسِرٌ) يَسَارَ الْفِطْرَةِ (عَنْ نَفْسِهِ، لَا عَنْ طِفْلِهِ) عَلَى الظَّاهِرِ، بِخِلَافِ الْفِطْرَةِ (شَاةٌ) بِالرَّفْعِ بَدَلٌ مِنْ ضَمِيرِ تَجِبُ أَوْ فَاعِلِهِ (أَوْ سُبْعُ بَدَنَةٍ) هِيَ الْإِبِلُ وَالْبَقَرُ، سُمِّيَتْ بِهِ؛ لِضَخَامَتِهَا، وَلَوْ لِأَحَدِهِمْ أَقَلُّ مِنْ سُبْعٍ لَمْ يُجْزِ عَنْ أَحَدٍ، وَتُجْزِي عَمَّا دُونَ سَبْعَةٍ بِالْأَوْلَى (فَجْرَ) نُصِبَ عَلَى الظَّرْفِيَّةِ (يَوْمَ النَّحْرِ إلَى آخِرِ أَيَّامِهِ) وَهِيَ ثَلَاثَةٌ أَفْضَلُهَا أَوَّلُهَا. (وَيُضَحِّي عَنْ وَلَدِهِ الصَّغِيرِ مِنْ مَالِهِ) صَحَّحَهُ فِي «الْهِدَايَةِ» (وَقِيلَ: لَا) صَحَّحَهُ فِي «الْكَافِي». قَالَ: وَلَيْسَ لِلْأَبِ أَنْ يَفْعَلَهُ مِنْ مَالِ طِفْلِهِ، وَرَجَّحَهُ ابْنُ الشِّحْنَةِ.

قُلْت: وَهُوَ الْمُعْتَمَدُ لِمَا فِي مَتْنِ مَوَاهِبِ الرَّحْمَنِ مِنْ أَنَّهُ أَصَحُّ مَا يُفْتَى بِهِ.

- ردالمحتار میں ہے:

فَالْمُسَافِرُ لَا تَجِبُ عَلَيْهِ وَإِنْ تَطَوَّعَ بِهَا أَجْزَأَتْهُ عَنْهَا، وَهَذَا إذَا سَافَرَ قَبْلَ الشِّرَاءِ، فَإِنَّ الْمُشْتَرِيَ شَاةً لَهَا ثُمَّ سَافَرَ فَفِي الْمُنْتَقَى أَنَّهُ يَبِيعُهَا وَلَا يُضَحِّي بِهَا أَيْ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ ذَلِكَ، وَكَذَا رُوِيَ عَنْ مُحَمَّدٍ، وَمِن الْمَشَايِخِ مَنْ فَصَّلَ فَقَالَ: إنْ كَانَ مُوسِرًا لَا يَجِبُ عَلَيْهِ وَإِلَّا يَنْبَغِي أَنْ يَجِبَ عَلَيْهِ وَلَا تَسْقُطُ بِسَفَرِهِ، وَإِنْ سَافَرَ بَعْدَ دُخُولِ الْوَقْتِ قَالُوا: يَنْبَغِي أَنْ يَكُونَ الْجَوَابُ كَذَلِكَ اهـ. ط عَن «الْهِنْدِيَّةِ»، وَمِثْلُهُ فِي «الْبَدَائِعِ».

- فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

موسر اشترى شاة للأضحية في أول أيام النحر فلم يضح حتى افتقر قبل مضي أيام النحر أو أنفق حتى انتقص النصاب سقطت عنه الأضحية خ وإن افتقر بعد ما مضت أيام النحر كان عليه أن يتصدق بعينها أو بقيمتها ولا يسقط عنه الأضحية .... فإن سافر قبل أيام النحر باعها وسقطت عنه الأضحية بالمسافرة.

(فصل في صفة الأضحية و وقت وجوبها و من تجب عليه)

قربانی صرف صاحبِ نصاب پر واجب ہے!

ماقبل میں مذکور آخری شرط نمبر 5 سے یہ بات معلوم ہوئی کہ قربانی ہر شخص پر واجب نہیں، بلکہ اس کے لیے شریعت نے ایک خاص نصاب مقرر فرمایا ہے، جس شخص کے پاس اُس نصاب کے برابر مال ہو اس کو صاحبِ نصاب کہتے ہیں، صرف اسی پر قربانی واجب ہے، اور جو شخص صاحبِ نصاب نہ ہو اس پر قربانی واجب نہیں۔ اس لیے ہر مسلمان کے لیے قربانی کے نصاب سے واقفیت حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے تاکہ معلوم ہوسکے کہ اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں، آجکل بہت سے حضرات اس کی فکر نہیں کرتے، یہ قابلِ اصلاح بات ہے۔

قربانی واجب ہونے کا اجمالی نصاب:

1۔ جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے اس پر قربانی بھی واجب ہے۔

2۔ قربانی کا نصاب وہی ہے جو صدقۃ الفطر کا ہے یعنی قربانی میں انھی اموال کا حساب لگایا جاتا ہے جن کا صدقۃ الفطر میں حساب لگایا جاتا ہے، اس لیے جس شخص کے پاس صدقۃ الفطر کا نصاب موجود ہے اس پر قربانی واجب ہے۔ تفصیل آگے ذکر ہوگی ان شاءاللہ۔

- فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

وَأَمَّا شَرَائِطُ الْوُجُوبِ منها: الْيَسَارُ وهو ما يَتَعَلَّقُ بِهِ وُجُوبِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ دُونَ ما يَتَعَلَّقُ بِهِ وُجُوبُ الزَّكَاةِ. (كِتَابُ الْأُضْحِيَّةِ: الْبَابُ الْأَوَّلُ)

قربانی کا تفصیلی نصاب بیان کرنے سے پہلے ایک اہم نکتے کی وضاحت ضروری ہے، ملاحظہ فرمائیں:

زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی کے نصاب سے متعلق بعض غلط فہمیوں کا اِزالہ

ہمارے معاشرے میں عمومی طور پر زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی کے نصاب سے متعلق درج ذیل غلط فہمیاں رائج ہیں:

1۔ بہت سے لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ جس شخص پر زکوٰۃ فرض نہیں تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، گویا کہ ان

کے نزدیک زکوٰۃ کا مستحق ہونے کے لیے صرف اتنی بات کافی ہے کہ اس پر زکوٰۃ فرض نہ ہو۔

2۔اسی طرح بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں بھی مبتلا ہیں کہ جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے تو صرف اسی پر صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہے، اور جس شخص پر زکوٰۃ فرض نہیں تو اس پر صدقۃ الفطر اور قربانی بھی واجب نہیں۔

یاد رہے کہ یہ واضح غلط فہمیاں ہیں، کیوں کہ نصاب کو دیکھتے ہوئے زکوٰۃ کے معاملے میں مسلمانوں کے تین طبقات ہیں:

زکوٰۃ کے نصاب کے اعتبار سے مسلمانوں کے تین طبقات:

- پہلا وہ طبقہ جن پر زکوٰۃ فرض ہے۔
- دوسرا وہ طبقہ جن کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔
- تیسرا وہ طبقہ جن پر زکوٰۃ فرض بھی نہیں اور ان کے لیے زکوٰۃ لینا بھی جائز نہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی کے نصاب سے متعلق مسلمانوں میں تین طبقے پائے جاتے ہیں:

پہلا طبقہ: جن کے پاس زکوٰۃ کا نصاب موجود ہوتا ہے۔

حکم: ان کے ذمّے زکوٰۃ بھی فرض ہے، اور اگر صدقۃ الفطر اور قربانی کے ایام میں یہ نصاب موجود ہو تو ان کے ذمّے صدقۃ الفطر اور قربانی بھی واجب ہیں۔

دوسرا طبقہ: جن کے پاس زکوٰۃ کا نصاب بھی نہیں ہوتا، اور صدقۃ الفطر اور قربانی کا نصاب بھی نہیں ہوتا۔

حکم: ان کے ذمّے زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی میں سے کوئی حکم بھی لازم نہیں ہوتا، یہی وہ طبقہ ہے جن کو زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور صدقاتِ واجبہ دینا جائز ہے۔

تیسرا طبقہ: جن کے پاس زکوٰۃ کا نصاب تو نہیں ہوتا البتہ صدقۃ الفطر اور قربانی کا نصاب موجود ہوتا ہے۔

حکم: ان کے ذمّے زکوٰۃ تو فرض نہیں البتہ صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہیں، یہ وہ طبقہ ہے کہ ان کے لیے بھی زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔

قربانی اور زکوٰۃ کے نصاب میں فرق:

قربانی اور زکوٰۃ کے نصاب میں فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ میں تو صرف چار چیزوں یعنی سونا، چاندی، رقم اور سامانِ تجارت کا اعتبار کیا جاتا ہے، جبکہ قربانی میں ان چار چیزوں کے علاوہ ضرورت سے زائد سامان اور مال کا بھی حساب کیا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان چار چیزوں کی وجہ سے صاحبِ نصاب بنا ہے تو اس کو زکوٰۃ کا نصاب کہا جاتا ہے، لیکن اگر وہ ضرورت سے زائد سامان کی وجہ سے صاحبِ نصاب بنا ہے تو اس کو قربانی کا نصاب کہا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ قربانی اور صدقہ الفطر کا نصاب ایک ہی ہے۔

مذکورہ تفصیل سے یہ احکام ثابت ہوتے ہیں:

1۔ جس شخص کے پاس زکوٰۃ کا نصاب موجود ہے تو اس کے ذمّے زکوٰۃ بھی فرض ہے اور اس کے ذمّے صدقۃ الفطر اور قربانی بھی واجب ہے، اور ایسے شخص کے لیے زکوٰۃ لینا بھی جائز نہیں۔

2۔ جس شخص کے پاس زکوٰۃ کا نصاب تو نہ ہو لیکن صدقۃ الفطر اور قربانی کا نصاب ہو تو اس پر زکوٰۃ تو فرض نہیں البتہ اس کے ذمّے صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہے، اور اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔

3۔ زکوٰۃ صرف اسی شخص کو دینا جائز ہے جس کے پاس زکوٰۃ کا نصاب بھی نہ ہو اور صدقۃ الفطر کا نصاب بھی نہ ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ دیتے وقت صرف یہ دیکھنا کافی نہیں کہ اس پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں، بلکہ زکوٰۃ دیتے وقت یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اس کے پاس صدقۃ الفطر اور قربانی جتنا نصاب ہے یا نہیں۔

خلاصہ:

جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے اس پر تو قربانی واجب ہے ہی لیکن جس شخص کے پاس زکوٰۃ کا نصاب تو نہ ہو البتہ صدقۃ الفطر اور قربانی کا نصاب موجود ہو تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

امید ہے کہ ان اُصولی باتوں سے متعدد غلط فہمیوں کا اِزالہ ہو سکے گا۔

- الجوہرۃ النیرۃ شرح مختصر القدوری میں ہے:

(قَوْلُهُ: وَلَا يَجُوزُ دَفْعُ الزَّكَاةِ إلَى مَنْ يَمْلِكُ نِصَابًا مِنْ أَيِّ مَالٍ كَانَ) سَوَاءٌ كَانَ النِّصَابُ نَامِيًا أَوْ غَيْرَ نَامٍ، حَتَّى لَوْ كَانَ لَهُ بَيْتٌ لَا يَسْكُنُهُ يُسَاوِي مِائَتَيْ دِرْهَمٍ لَا يَجُوزُ صَرْفُ الزَّكَاةِ إلَيْهِ، وَهَذَا النِّصَابُ الْمُعْتَبَرُ فِي وُجُوبِ الْفِطْرَةِ وَالْأُضْحِيَّةِ، قَالَ فِي «الْمَرْغِينَانِيِّ»: إذَا كَانَ لَهُ خَمْسٌ مِن الْإِبِلِ قِيمَتُهَا أَقَلُّ مِنْ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ يَحِلُّ لَهُ الزَّكَاةُ وَتَجِبُ عَلَيْهِ، وَلِهَذَا يَظْهَرُ أَنَّ الْمُعْتَبَرَ نِصَابُ النَّقْدِ مِنْ أَيِّ مَالٍ كَانَ بَلَغَ نِصَابًا مِنْ جِنْسِهِ أَوْ لَمْ يَبْلُغْ، وَقَوْلُهُ: إلَى مَنْ يَمْلِكُ نِصَابًا بِشَرْطِ أَنْ يَكُونَ النِّصَابُ فَاضِلًا عَنْ حَوَائِجِهِ الْأَصْلِيَّةِ.

یہ اصولی باتیں اچھی طرح ذہن نشین کر لیجیے تاکہ بعد میں ذکر کیے جانے والے مسائل سمجھنے میں سہولت رہے۔

قربانی کا تفصیلی نصاب:

بنیادی طور پر قربانی پانچ چیزوں پر واجب ہوتی ہے، جن کو اموالِ قربانی کہا جاتا ہے:

1۔ سونا۔

2۔ چاندی۔

3۔ سامانِ تجارت۔

4۔ رقم۔

5۔ ضرورت سے زائد اشیاء اور سامان۔

ان پانچ چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے درج ذیل صورتوں میں قربانی واجب ہوتی ہے:

1۔ جس شخص کے پاس صرف سونا ہو، باقی چار چیزوں (یعنی چاندی، رقم، مالِ تجارت اور ضرورت سے زائد سامان) میں سے کچھ بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ (یعنی 87.84 گرام)

سونا ہے، جو سونا اس سے کم ہو اس پر قربانی واجب نہیں۔

2۔ جس شخص کے پاس ان پانچ چیزوں میں سے صرف چاندی، یا صرف سامانِ تجارت، یا صرف رقم ہو تو ایسی صورت میں ان میں سے ہر ایک کا نصاب ساڑھے باون تولہ (یعنی 612.36 گرام) چاندی ہے۔ جو چاندی ساڑھے باون تولے سے کم ہو، اسی طرح جو سامانِ تجارت یا رقم ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے کم ہو تو اس پر قربانی واجب نہیں۔

3۔ جس شخص کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ضرورت سے زائد سامان ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔

4۔ جس شخص کے پاس ساڑھے سات تولہ سے کم سونا ہو، لیکن ساتھ ساتھ اس کے پاس کچھ چاندی یا کچھ سامانِ تجارت یا کچھ رقم بھی ہو تو اس صورت میں اگر ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچتی ہے تو ان پر قربانی واجب ہے، ورنہ نہیں۔

5۔ کسی شخص کے پاس یہ پانچوں چیزیں (یعنی سونا، چاندی، سامانِ تجارت، رقم اور ضرورت سے زائد سامان) ہوں یا ان میں سے بعض ہوں لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی اپنے نصاب تک نہیں پہنچتی ہو تو اس صورت میں ان کو ملا کر ان کی مجموعی قیمت کا حساب لگایا جائے گا، اگر ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچتی ہے تو اس شخص پر قربانی واجب ہے، ورنہ نہیں۔

6۔ جس شخص کے پاس کچھ سونا یا کچھ رقم ہو اور ساتھ میں ضرورت سے زائد سامان بھی ہو اور ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی تک پہنچتی ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔

(جواہر الفقہ، قربانی اور ذوالحجہ کے فضائل از حضرت مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب دام ظلہم)

نصاب سے متعلق مزید تفصیلات اور وضاحتیں آئندہ کی قسطوں میں ذکر ہوں گی ان شاءاللہ۔

فائدہ: زیرِ نظر کتاب میں قربانی کے نصاب کی متعدد صورتوں میں ساڑھے باون تولہ چاندی کو معیار بنایا گیا ہے جیسا کہ اکثر اہلِ علم حضرات کا اسی پر فتویٰ ہے۔

قربانی واجب ہونے کے لیے کس وقت صاحبِ نصاب ہونا ضروری ہے؟

قربانی واجب ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ شخص قربانی کے تین دنوں (یعنی 10، 11 اور 12 ذوالحجہ) میں صاحبِ نصاب ہو، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص قربانی کے ان تین دنوں سے پہلے صاحبِ نصاب تھا یا ان تین دنوں کے بعد صاحبِ نصاب بنا لیکن قربانی کے ان تین دنوں میں صاحبِ نصاب نہیں تھا تو ایسے شخص پر قربانی واجب نہیں۔ اور یہ واضح رہے کہ اگر کوئی شخص قربانی کے تین دنوں میں 12 ذوالحجہ کے سورج غروب ہونے سے پہلے کسی بھی وقت صاحبِ نصاب بن جائے تو اس پر قربانی واجب ہو گی، ایسی صورت میں اگر قربانی کے ایام میں جانور ذبح کرنے کا موقع نہیں ملا تو قربانی کے ایام ختم ہونے کے بعد اب درمیانے درجے کے بکرے یا دنبے کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے۔ اگر جانور خریدنے کے باوجود بھی قربانی کے ایام میں قربانی نہ کر سکا تو اب اسی جانور کو صدقہ کرنا ضروری ہے۔ (المحیط البرہانی، بدائع الصنائع، ردالمحتار، فتاویٰ رحیمیہ)

- جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے:

فَصْلٌ: وَأَمَّا وَقْتُ الْوُجُوبِ فَأَيَّامُ النَّحْرِ فَلَا تَجِبُ قبل دُخُولِ الْوَقْتِ؛ لِأَنَّ الْوَاجِبَاتِ الموقتة لَا تَجِبُ قبل أَوْقَاتِهَا كَالصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ وَنَحْوِهِمَا، وَأَيَّامُ النَّحْرِ ثَلَاثَةٌ: يَوْمُ الْأَضْحَى وهو الْيَوْمُ الْعَاشِرُ من ذِي الْحِجَّةِ وَالْحَادِي عَشَرَ وَالثَّانِي عَشَرَ وَذَلِكَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ من الْيَوْمِ الْأَوَّلِ إلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ من الثَّانِي عَشَرَ .... فإذا طَلَعَ الْفَجْرُ من الْيَوْمِ الْأَوَّلِ فَقَدْ دخل وَقْتُ الْوُجُوبِ فَتَجِبُ عِنْدَ اسْتِجْمَاعِ شَرَائِطِ الْوُجُوبِ.

اَموالِ قُربانی

سے متعلق وضاحتیں اور تفصیلات

فہرست:

- سونے اور چاندی سے متعلق وضاحت۔
- رقم یعنی نقدی سے متعلق وضاحت۔
- مالِ تجارت سے متعلق وضاحتیں اور تفصیلات۔
- ضرورت سے زائد سامان سے متعلق وضاحت۔

اموالِ قربانی سے متعلق وضاحتیں اور تفصیلات

ما قبل میں جو پانچ اموالِ قربانی یعنی سونا، چاندی، رقم، مالِ تجارت اور ضرورت سے زائد سامان، اور ان کے نصاب کا ذکر ہوا، ذیل میں ان سے متعلق وضاحتیں اور تفصیلات ذکر کی جاتی ہیں۔

سونے اور چاندی سے متعلق وضاحت

سونا اور چاندی بہر صورت نصاب میں شمار کیے جائیں گے:

سونا اور چاندی کو درج ذیل تمام صورتوں میں قربانی کے نصاب میں شمار کیا جائے گا:

- سونا اور چاندی زیورات کی شکل میں ہوں۔
- سونا اور چاندی کے زیورات چاہے استعمال کے لیے ہوں یا ویسے ہی رکھے رہتے ہوں۔
- سونا اور چاندی ڈلی یا برتنوں یا کسی بھی شکل میں ہوں۔
- سونا اور چاندی تجارت کے لیے ہوں یا اپنے پاس رکھنے کے لیے ہوں۔ (ردالمحتار، فتاویٰ ہندیہ)

رقم یعنی نقدی سے متعلق وضاحت

ذاتی ملکیت میں موجود رقم پر قربانی واجب ہونے کی تفصیل:

کسی شخص کی ملکیت میں جتنی بھی رقم ہو چاہے اپنے پاس موجود ہو، یا بینک اکاؤنٹ میں ہو، یا کسی کے پاس امانت رکھوائی ہو یا کسی اور کو قرض دی ہو، یا جہاں کہیں بھی ہو؛ سب پر قربانی کا حکم لاگو ہوگا یعنی ان کو قربانی کے نصاب میں شامل کیا جائے گا، اگر یہ رقم بذاتِ خود یا دیگر اموالِ قربانی کے ساتھ ملا کر نصاب تک پہنچے تو اس پر قربانی واجب ہوگی۔

رقم سے متعلق ایک غلط فہمی کا اِزالہ:

یہاں یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ بعض لوگوں کے ذہن میں رقم کا بہت ہی محدود تصور ہے کہ ان کے

نزدیک رقم اگر اپنے پاس ہو یا بینک اکاؤنٹ میں ہو یا کسی اور کے پاس امانت رکھوائی ہو؛ صرف اسی کو قربانی کے نصاب میں شمار کیا جائے گا، حالاں کہ یہ غلط فہمی ہے، ذیل میں اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے تاکہ معلوم ہو کہ رقم کے موجود یا محفوظ ہونے کی کون کون سی صورتیں آجکل رائج ہیں:

- اپنی ملکیت میں موجود ملکی اور غیر ملکی کرنسی۔
- حج یا عمرہ کرنے، مکان بنوانے، گاڑی خریدنے یا شادی بیاہ وغیرہ کے لیے جمع کی گئی رقم۔
- کسی کو قرض کے طور پر دی ہوئی رقم جس کے ملنے کی امید ہو بھلے تاخیر سے ہی کیوں نہ ہو۔
- وہ رقم جو کسی کے ذمّے ادھار ہو جس کے ملنے کی امید ہو بھلے تاخیر سے ہی کیوں نہ ہو۔
- بینک اکاؤنٹ میں جمع کرائی گئی رقم۔
- ایزی پیسہ جیسے اکاؤنٹس میں جمع کرائی گئی اصل رقم۔
- انشورنس یعنی بیمہ پالیسی میں جمع کرائی گئی اصل رقم۔
- پرائز بانڈ کی اصل رقم۔
- ذاتی یا مشترکہ کاروبار جیسے شرکت و مضاربت وغیرہ میں لگائی گئی رقم۔
- کاروبار میں نفع کے طور پر حاصل ہونے والی رقم۔
- نوکری اور ملازمت سے ملنے والی تنخواہ کی رقم۔
- کمیٹی یعنی بی سی میں جمع کرائی گئی رقم جبکہ بی سی اب تک وصول نہ ہوئی ہو۔
- بچت سرٹیفیکیٹ جیسے NIT, NDFC, FEBC میں جمع کرائی گئی اصل رقم۔

اس طرح کی بہت سی صورتیں رائج ہیں، اس لیے ان تمام صورتوں میں موجود رقم کا بھی قربانی کے نصاب میں حساب لگایا جائے گا۔

فائدہ: مذکورہ صورتوں میں جن رقوم کا تعلق قرض اور ادھار کے ساتھ ہے ان کی تفصیل مستقل عنوان کے تحت ذکر ہوگی ان شاءاللہ۔

کیا رقم پر قربانی واجب ہونے کے لیے اس کا ضرورت سے زائد ہونا ضروری ہے؟

رقم ان اموال میں سے ہے جن پر قربانی کا حکم لاگو ہوتا ہے، البتہ اس سے متعلق یہ وضاحت ضروری ہے کہ رقم پر قربانی کا حکم لاگو ہونے کے لیے اس کا ضرورت سے زائد ہونا ضروری نہیں جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ رقم پر قربانی کا حکم اس وقت لاگو ہوتا ہے جب وہ ضرورت سے زائد ہو، لیکن اگر وہ ضرورت سے زائد نہ ہو تو اس پر قربانی کا حکم لاگو نہیں ہوگا، یہ ایک واضح غلطی ہے، اس لیے کہ راجح قول یہی ہے کہ رقم بہر صورت قربانی کے نصاب میں شمار کی جائے گی، چاہے وہ آئندہ پیش آنے والے کسی بھی مقصد کے لیے رکھی گئی ہو۔

اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو رقم شادی بیاہ کے لیے، حج وعمرہ کرنے یا گھر بنانے یا گاڑی وغیرہ خریدنے کے لیے جمع کی گئی ہو تو وہ بھی قربانی کے نصاب میں شمار کی جائے گی، اسی طرح جو رقم گھر کے اخراجات کے لیے رکھی گئی ہو تو وہ بھی قربانی کے نصاب میں شمار کی جائے گی۔ ذیل میں بطورِ مثال دو مسائل ذکر کیے جاتے ہیں:

مسئلہ ۱:

اس وضاحت سے یہ مسئلہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ اگر کسی خاتون کے پاس دو تولے سونا ہو اور ساتھ میں اس کے پاس کچھ رقم بھی ہو بھلے وہ رقم گھریلو یا ذاتی اخراجات کے لیے رکھی گئی ہو تو اس رقم کو اس دو تولے سونے کے ساتھ ملا کر اگر ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی تک پہنچتی ہے تو اس پر قربانی کا حکم لاگو ہوگا، ورنہ تو نہیں۔

مسئلہ ۲:

اسی طرح ایک شخص کی تنخواہ اتنی ہے کہ واجب الاداءرُقوم کو نکالنے کے بعد وہ ساڑھے باون تولہ چاندی تک پہنچتی ہے تو تنخواہ لیتے ہی وہ شخص صاحبِ نصاب بن جاتا ہے اور قربانی کے ایام میں اس کے پاس یہ نصاب موجود ہو تو اس پر قربانی کا حکم لاگو ہو جاتا ہے۔

خلاصہ:

خلاصہ یہ کہ رقم پر قربانی کا حکم لاگو ہونے کے لیے اس کا ضرورت سے زائد ہونا ضروری نہیں بلکہ رقم بہر صورت قربانی کے نصاب میں شمار کی جائے گی، چاہے وہ کسی بھی مقصد کے لیے رکھی گئی ہو۔ البتہ قربانی کا حکم لاگو ہونے کے لیے قربانی کے دیگر احکام کی رعایت کی جائے گی۔ تفصیل ملاحظہ فرمائیں: فتاویٰ عثمانی جلد 2، نوادر الفقہ۔

- استاد محترم شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام ظلہم تفصیلی بحث کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ:

خلاصہ یہ کہ فقہائے حنفیہ کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ نقود ہر حال میں نصاب میں شامل ہوتے ہیں چاہے انھیں مستقبل کے نفقہ کے لیے رکھا گیا ہو۔ (فتاویٰ عثمانی جلد دوم صفحہ 78، طبع جدید ستمبر 2012)

فائدہ:

منہا یعنی منفی کیے جانے والے قرضوں اور واجب الاداء رقوم کی تفصیل مستقل عنوان کے تحت ذکر ہوگی ان شاء اللہ۔

مالِ تجارت سے متعلق وضاحتیں اور تفصیلات

ما قبل میں یہ بات ذکر ہوئی کہ مالِ تجارت بھی اموالِ قربانی میں سے ہے اور اگر یہ انفرادی طور پر یا دیگر اموالِ قربانی کے ساتھ مل کر ساڑھے باون تولہ چاندی تک پہنچتا ہو تو اس پر قربانی واجب ہوگی ورنہ تو نہیں۔ ذیل میں اس سے متعلق کچھ وضاحتیں اور تفصیلات ذکر کی جاتی ہیں۔

مالِ تجارت سے کیا مراد ہے؟

مالِ تجارت سے مراد ہر وہ مال ہے جو تجارت ہی کی حتمی نیت سے خریدا گیا ہو یعنی اسی لیے خریدا گیا ہو کہ اسے آگے فروخت کرنا ہے، چاہے فوری طور پر فروخت کرنے کا ارادہ ہو یا تاخیر سے، ایسے مال پر مالِ تجارت ہونے کی وجہ سے قربانی کا حکم لاگو ہوگا۔ مالِ تجارت کی یہ تعریف اچھی طرح ذہن نشین کر لی جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو مال فروخت کرنے کی حتمی نیت سے نہیں خریدا گیا ہو تو اس پر مالِ تجارت کے اعتبار سے قربانی کا حکم لاگو نہیں ہوگا جیسے:

1۔ اگر وہ مال ایسا ہے کہ خریدتے وقت تجارت کی نیت نہیں تھی بلکہ بعد میں اس کو فروخت کرنے کی نیت بنی تو یہ مالِ تجارت کے زمرے میں نہیں آئے گا۔

2۔ اسی طرح اپنے پاس پہلے سے موجود کسی مال کو فروخت کرنے کا ارادہ ہوا تو اس کو بھی مالِ تجارت نہیں کہا جاسکتا۔

3۔ اسی طرح کسی چیز کو خریدتے وقت تجارت کی نیت تو نہ تھی لیکن یہ نیت تھی کہ اگر اچھا نفع مل رہا ہو تو فروخت کر دیں گے ورنہ تو رہنے دیں گے تو یہ بھی مالِ تجارت کے حکم میں نہیں آئے گا۔

ان تینوں صورتوں میں چوں کہ مالِ تجارت کی تعریف صادق نہیں آتی اس لیے ان صورتوں میں یہ مال مالِ تجارت میں شامل نہیں، اس لیے اس پر مالِ تجارت کے طور پر قربانی کا حکم لاگو نہیں ہوگا۔

اگر تجارت کی نیت برقرار نہ رہے:

اگر مال خریدتے وقت تجارت یعنی فروخت کرنے کی نیت تھی لیکن بعد میں ارادہ تبدیل کر دیا اور فروخت کرنے کی نیت باقی نہ رہی تو ایسی صورت میں بھی مالِ تجارت کے اعتبار سے اس پر قربانی کا حکم لاگو نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر بعد میں دوبارہ تجارت کی نیت بنی تب بھی یہ مالِ تجارت کے حکم میں داخل نہ ہوگا۔

یہ ساری تفصیل اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کیوں کہ اس سے ناواقفیت کے نتیجے میں مالِ تجارت سے متعلق قربانی کے مسائل سمجھ نہیں آئیں گے۔ واضح رہے کہ قربانی کے معاملے میں جب بھی مالِ تجارت کا ذکر آئے تو اس سے یہی مذکورہ تفصیل مراد ہوگی۔

تنبیہ:

1۔ تجارت چاہے چھوٹی سطح کی ہو یا بڑی سطح کی، چاہے تجارت کسی بھی چھوٹی یا بڑی چیز کی ہو، اسی طرح تجارت

چاہے گھر میں ہو، دکان میں ہو، فیکٹری میں ہو، دفاتر میں ہو،؛ بہر صورت مالِ تجارت پر قربانی کا حکم لاگو ہوگا۔ اسی لیے تجارتی اشیاء کی تفصیل ذکر کرنے کی حاجت نہیں، بس یہ اصولی بات سمجھ لینی چاہیے۔

2۔ مذکورہ تفصیل کے مطابق جن صورتوں میں جو مال یا سامان مالِ تجارت میں داخل نہ ہو تو اس میں مالِ تجارت ہونے کے اعتبار سے قربانی کا حکم لاگو نہیں ہوگا البتہ اگر وہ باقی چار اموالِ قربانی جیسے سونا، چاندی، رقم یا ضرورت سے زائد مال یا سامان میں داخل ہو رہا ہے تو قربانی کے نصاب میں اس کا حساب لگایا جائے گا، البتہ اگر اموالِ قربانی میں داخل نہیں ہو رہا تو پھر اس پر قربانی کا حکم لاگو نہیں ہوگا۔

نصاب میں مالِ تجارت کی قیمتِ فروخت کا اعتبار ہے:

1۔ قربانی کے نصاب کے لیے مالِ تجارت کا حساب لگانے میں قیمتِ فروخت کا اعتبار ہے نہ کہ قیمتِ خرید کا، اس لیے دکان، فیکٹری وغیرہ میں موجود کل مالِ تجارت کا قیمتِ فروخت کے اعتبار سے حساب لگائیں گے۔

2۔ جو مالِ تجارت تھوک کے حساب سے فروخت ہوتا ہے اُس میں تو تھوک کے حساب سے قیمت لگائی جائے گی، البتہ جو مالِ تجارت تھوک کے حساب سے فروخت نہیں کیا جاتا تو اس میں مناسب اور احتیاط پر مبنی صورت یہی ہے کہ کل مالِ تجارت میں سے ہر ہر چیز کی قیمتِ فروخت لگا کر حساب لگایا جائے، لیکن اگر ہر ایک کا الگ الگ حساب لگانا مشکل ہو تو یوں بھی درست ہے کہ وہ تمام مالِ تجارت اگر فروخت کرنا چاہیں تو کتنی رقم میں فروخت ہوگا، تو پھر اس اعتبار سے بھی قربانی کے نصاب کا حساب لگانا درست ہے۔

مشترکہ کاروبار میں قربانی کے نصاب کا حساب کس طرح لگایا جائے؟

1۔ مشترکہ کاروبار میں سرمایہ یعنی اصل رقم اور نفع کے تناسب سے قربانی کے نصاب کا حساب لگایا جائے گا کہ شرکاء میں سے ہر ایک کا جتنا سرمایہ اور نفع ہے تو اسی حساب سے ہر ایک پر قربانی کا حکم لاگو ہوگا۔

2۔ مضاربت یعنی وہ کاروبار جس میں ایک شریک کا مال ہوتا ہے جبکہ دوسرے شریک کی محنت ہوتی ہے اور اس کو اس کے عوض نفع کا ایک مخصوص حصہ ملتا ہے تو ایسی صورت میں اصل مالک پر تو سرمایہ کے اعتبار سے بھی

قربانی کا حکم لاگو ہوگا اور جس قدر نفع اس کے حصے میں آئے گا اس کو بھی قربانی کے نصاب میں شمار کیا جائے گا، جبکہ دوسرے شریک پر صرف اس کے نفع کے اعتبار سے قربانی کا حکم لاگو ہوگا۔

مالِ تجارت میں قربانی کا حساب کس طرح لگایا جائے؟

کاروبار میں قربانی کے نصاب کا حساب لگاتے وقت درج ذیل چیزوں کو جمع کیا جائے گا:

1۔ کل مالِ تجارت کی قیمتِ فروخت۔

2۔ اپنی ملکیت میں موجود نقد رقم۔

3۔ کاروبار سے حاصل ہونے والا نفع۔

4۔ لوگوں کے ذمہ ادھار رقم جس کے ملنے کی امید ہو، بھلے تاخیر ہی سے کیوں نہ ہو۔

ان چاروں اموال کو جمع کر کے ان میں سے اپنے ذمے ادھار اور واجب الاداء رقم کو منہا یعنی منفی کر دیا جائے تو باقی بچنے والی رقم اگر ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت تک پہنچتی ہے تو قربانی واجب ہوگی ورنہ تو واجب نہیں ہوگی۔

ضرورت سے زائد سامان سے متعلق وضاحت

یہ بات پہلے بیان ہو چکی کہ قربانی کے نصاب میں ضرورت سے زائد مال اور سامان کا بھی حساب لگایا جاتا ہے، اور جو چیزیں ضرورت اور استعمال کی ہیں ان کو قربانی کے نصاب میں شمار نہیں کیا جائے گا۔ چوں کہ بہت سے لوگ اس کی حقیقت اور تفصیلات سے ناواقف ہوتے ہیں اس لیے ذیل میں ضرورت اور ضرورت سے زائد سامان اور مال سے متعلق کچھ تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

ضرورت کی چیزیں:

جو چیزیں ضرورت اور استعمال کی ہیں ان کا تو اعتبار نہیں کیا جاتا جیسے: رہائشی مکان، پہننے کے کپڑے اور

جوتے، کھانے پینے کے برتن، ضرورت کی گاڑی، گھریلو ضرورت میں استعمال ہونے والی چیزیں جیسے سلائی اور دھلائی کی مشینیں، پنکھا، فرنیچر، فریج، کمپیوٹر، لیپ ٹاپ، موبائل فون، اسی طرح صنعت و حرفت یعنی پیشے، تجارت اور مزدوری کے آلات واوزار جیسے درزی کی سلائی مشینیں، فیکٹری کی مشینیں وغیرہ، یہ سب ضرورت کی چیزیں ہیں۔

فائدہ:

1۔ واضح رہے کہ ہر دور اور معاشرے کے حساب سے ضرورت کی چیزیں مختلف ہوتی رہتی ہیں، اس لیے اس معاملے میں دورِ حاضر کو پچھلے زمانوں پر قیاس نہیں کیا جائے گا، بلکہ دورِ حاضر ہی کی ضرورت کا اعتبار ہو گا۔

2۔ اسی طرح جو چیز ضرورت کی ہو وہ بھلے جتنی بھی مہنگی ہو وہ ضرورت ہی کی شمار ہو گی، جیسے ایک مناسب گھر سے ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو اس سے قیمتی عالیشان گھر کو قربانی کے معاملے میں ضرورت سے زائد شمار نہیں کریں گے، اسی طرح جب موبائل ضرورت کی چیز ہے تو ایک قیمتی موبائل کو قربانی کے معاملے میں ضرورت سے زائد شمار نہیں کریں گے۔

مسئلہ:

غلّہ یعنی گندم، چاول، گھی، آٹا، چینی اور دیگر کھانے کی چیزیں جو مہینے یا سال بھر کی ضروریات کے لیے رکھی ہوئی ہوں اور وہ نصاب کے برابر بھی ہوں تب بھی وہ ضرورت کی چیزوں میں شمار ہوتی ہیں۔

(رد المحتار، المحیط البرہانی، فتاویٰ عثمانی، زکوٰۃ کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب دام ظلہم)

ضرورت سے زائد چیزیں:

1۔ ضرورت سے زائد سامان سے مراد وہ چیزیں ہیں جو کسی بھی طرح استعمال میں آتی نہ ہوں جیسے:

- محض زیب وزینت کے لیے رکھے گئے برتن وغیرہ۔
- وہ چیزیں جو گھروں، دکانوں یا فیکٹریوں میں پرانی یا خراب ہونے کی وجہ سے ویسے ہی پڑی رہتی ہیں اور

قیمت بھی رکھتی ہیں جیسے فالتو مشینیں، فالتو فرنیچر وغیرہ؛ یہ سب چیزیں ضرورت سے زائد ہیں۔

2۔اگر کسی کے پاس اپنے گھر کے علاوہ کوئی خالی پلاٹ ہو تو وہ بھی ضرورت سے زائد ہے۔

3۔ کسی نے اپنا ایک گھر کرایے پر دے رکھا ہو تو اگر اس کا کرایہ گھر کی ضروریات میں استعمال ہوتا ہو تو وہ ضرورت سے زائد نہیں، لیکن اگر وہ کرایہ گھر کی ضرورت سے زائد ہو تو وہ گھر ضرورت سے زائد چیزوں میں شمار ہوگا۔(بہشتی زیور) یہی حکم کرایہ پر دی جانے والی تمام چیزوں کا ہے۔

4۔ کسی شخص کے پاس دو گاڑیاں ہیں، جن میں سے ایک گاڑی ضرورت اور استعمال کی ہے جبکہ دوسری گاڑی استعمال میں نہیں آتی تو وہ بھی ضرورت سے زائد ہے۔اسی طرح ہر وہ چیز جو ایک سے زائد مقدار میں ہو اور وہ زائد مقدار ضرورت اور استعمال سے زائد اور اضافی ہو، جیسے کسی کے پاس استعمال کے جوتوں کے علاوہ اضافی جوتے ہیں تو وہ بھی ضرورت سے زائد چیزوں میں شمار کیے جائیں گے۔

مزید تفصیل کے لیے اہلِ علم حضرات سے رابطہ فرمائیں۔

قربانی کے نصاب میں قرض اور واجبُ الاداءرُقوم سے متعلق احکام

قربانی کے نصاب میں قرض اور واجبُ الاداءرُ قوم سے متعلق احکام

قربانی کے نصاب کا حساب لگاتے وقت قربانی کے اموال میں سے قرضوں اور واجب الاداء رقوم کو منہا یعنی منفی کیا جاتا ہے، اس کے بعد بھی اگر باقی مال نصاب کو پہنچتا ہو تو قربانی واجب ہو گی ورنہ تو نہیں۔

منہا کیے جانے والے قرضوں اور واجب الاداء رقوم کی تفصیل:

یہ بات تو واضح ہے کہ کل اموالِ قربانی میں سے قرضے اور واجب الاداء رقوم منہا کیے جاتے ہیں، ذیل میں اس کی متعدد مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

- مکان، دکان یا گاڑی وغیرہ کا کرایہ۔
- قرضہ۔
- اسکول، انسٹیٹیوٹ اور دیگر تعلیمی اداروں کی فیسیں۔
- فون، گیس، بجلی اور پانی کے بِل یا دیگر سرکاری اور غیر سرکاری اخراجات کے بِل۔
- ادھار پر لیے ہوئے گھریلو راشن کے بِل۔
- ملازمین کی تنخواہیں اور مزدوروں کی اجرت۔
- ادھار اور قسطوں پر لیے ہوئے سامان، دکان، مکان یا گاڑی وغیرہ کی رقم۔
- ادھار پر لیے ہوئے مالِ تجارت کی رقم۔
- کمیٹی اور بی سی وصول کرنے کے بعد اس کی بقیہ قسطیں۔
- بیوی کا مہر جو کہ ادا نہ کیا ہو البتہ ادا کرنے کی نیت ہو، چاہے معجل ہو یا مؤجل۔ (البتہ بعض اہلِ علم کے نزدیک مہر مؤجل منہا نہیں کیا جائے گا۔)

مذکورہ واجب الاداء رقوم اس وقت منہا کی جائیں گی جب یہ قربانی کے تین دنوں تک واجب ہو چکی ہوں، بھلے قربانی کے ایام ہی میں واجب ہو چکی ہوں یا اس سے پہلے واجب ہو چکی ہوں۔ (رد المحتار، فتاویٰ ہندیہ)

دوسروں کے ذمے قرضوں اور ادھار رقوم کا حکم:

دوسروں کو دیے جانے والے قرضے یا دوسروں کے ذمے ادھار رقوم بھی اموالِ قربانی میں شمار ہوتے ہیں، اس لیے قربانی کے نصاب میں ان کا بھی حساب لگایا جائے گا، البتہ یہ اس صورت میں ہے کہ جب ان قرضوں اور ادھار رقوم کے ملنے کی امید ہو بھلے تاخیر سے ہی کیوں نہ ہو، لیکن اگر ان کے ملنے کی امید نہ ہو تو ایسی صورت میں ان پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔(ردالمحتار، فتاویٰ ہندیہ)

دوسروں کے ذمے قرضوں اور ادھار رقوم کی تفصیل:

جیسا کہ ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ دوسروں کو دیے گئے قرضوں اور ادھار رقوم کو قربانی کے نصاب میں شمار کیا جائے گا، چوں کہ بہت سے حضرات کو ان کی تفصیلات معلوم نہیں ہوتیں اس لیے ذیل میں ان کی متعدد مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

- قرضے۔
- ادھار اور قسطوں پر فروخت کیے جانے والے مال اور سامان کی رقم۔
- انشورنس یعنی بیمہ پالیسی میں جمع کرائی گئی اصل رقم۔
- پرائز بانڈ کی اصل رقم۔
- بینک اکاؤنٹ میں جمع کرائی گئی رقم۔
- ایزی پیسہ اکاؤنٹ میں جمع کرائی گئی رقم۔
- کمیٹی یعنی بی سی میں جمع کرائی گئی رقم جبکہ بی سی اب تک وصول نہ ہوئی ہو۔
- بچت سرٹیفیکیٹ جیسے NIT, NDFC, FEBC میں جمع کرائی گئی اصل رقم۔

ان تمام رقوم کو قربانی کے نصاب میں شامل کر کے حساب لگایا جائے گا۔(ردالمحتار، فتاویٰ ہندیہ)

کمیٹی یعنی بی سی سے متعلق قربانی کا تفصیلی حکم:

کسی نے کمیٹی یعنی بی سی ڈالی ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں:

1۔ایک یہ کہ اگر کمیٹی لے چکا ہو تو اس صورت میں جتنی قسطیں دینی ہوں وہ اس پر قرضہ ہیں، قربانی کے نصاب کا حساب لگاتے وقت اس قرضے کو نکال کے حساب لگائیں گے۔

2۔دوسری صورت یہ کہ اگر کمیٹی نہیں لی ہو تو جتنی قسطیں جمع کرا چکا ہو وہ تمام رقم اس کا قرضہ ہے، قربانی کے نصاب کا حساب لگاتے وقت اس کو بھی جمع کر کے حساب لگائیں گے۔(ردالمحتار، فتاویٰ ہندیہ)

مسئلہ:

کسی صاحبِ نصاب شخص نے دوسرے کو قرض دیا ہو اور اس کے پاس قربانی کے ایام میں قربانی کرنے کے لیے رقم نہ ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ قرض دار سے اس قدر رقم کا مطالبہ کرے کہ جس کے ذریعے قربانی کی جاسکے، لیکن اگر وہ رقم نہ دے سکتا ہو تو ایسی صورت میں اس صاحبِ نصاب شخص کے ذمے قربانی واجب نہیں۔(فتاویٰ عثمانی)

قربانی

میں ذاتی ملکیت کی حقیقت اور اہمیت

فہرست:

- قربانی میں ذاتی ملکیت سے متعلق دو بنیادی غلطیاں۔
- قربانی میں ذاتی ملکیت کا اعتبار۔
- ملکیت کی پہچان کے لیے ملکیت کی تعیین کی ضرورت۔
- تعیینِ ملکیت کی حقیقت۔
- تعیینِ ملکیت کی ضرورت۔
- تعیینِ ملکیت کی اہم صورتیں۔
- ملکیت کی تعیین اور فکرِ آخرت۔

قربانی میں ذاتی ملکیت سے متعلق دو بنیادی غلطیاں:

قربانی میں ذاتی ملکیت سے متعلق دو بنیادی غلطیاں رائج ہیں:

1۔ پہلی غلطی یہ ہے کہ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قربانی کا حساب لگاتے وقت میاں بیوی، اولاد والدین، بھائیوں اور بہنوں کے مال کو آپس میں ملایا جائے گا، جیسا کہ ایک شخص نے بندہ سے سوال کیا کہ میرے پاس تین تولہ سونا اور پانچ ہزار روپے ہیں، تو کیا مجھ پر قربانی واجب ہے؟ تو بندہ نے ان سے سوال کیا کہ کیا یہ تین تولہ سونا آپ کی ملکیت ہے یا آپ کی اہلیہ کی؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ تو میری اہلیہ کی ملکیت ہے۔ جس پر بندہ نے انھیں سمجھایا کہ قربانی میں میاں بیوی میں سے ہر ایک کی اپنی ذاتی ملکیت کا اعتبار ہے، دونوں کے مال کو نہیں ملایا جاتا۔

2۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ بہت سے لوگ ملکیتوں کی تعیین نہیں کرتے جس کے نتیجے میں یہ واضح نہیں ہوتا کہ کونسی چیز کس کی ملکیت ہے اور کس مشترکہ چیز میں کس کا کتنا حصہ ہے؟

ذیل میں ان دونوں غلطیوں کا تفصیل سے ازالہ کیا جاتا ہے۔

قربانی میں ذاتی ملکیت کا اعتبار:

ہر شخص پر اسی کی ملکیت کے اعتبار سے قربانی واجب ہوتی ہے یعنی ہر ایک کی ملکیت میں جس قدر مال موجود ہے صرف اسی کا قربانی کے نصاب میں حساب لگایا جائے گا اور جو مال ملکیت میں نہیں ہے اس کا حساب نہیں لگایا جائے گا۔ گویا کہ میاں بیوی، والدین اولاد میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی ملکیت کا الگ الگ اعتبار ہے کہ اگر شوہر اور بیوی دونوں ہی صاحبِ نصاب ہوں تو دونوں کے ذمے قربانی واجب ہو گی، اگر والد بھی صاحبِ نصاب ہو اور بیٹا بھی تو دونوں کے ذمے قربانی واجب ہو گی۔ یہی حکم بہنوں اور بھائیوں کا بھی ہے۔

اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھیے کہ قربانی واجب ہونے کے لیے ایک کے مال کو دوسرے کے ساتھ جمع نہیں کیا جائے گا، بلکہ ان میں سے جس کی بھی ملکیت میں نصاب کے بقدر مال آجائے تو صرف اسی کے ذمے قربانی واجب ہے بس!!

ملکیت کی پہچان کے لیے ملکیت کی تعیین کی ضرورت:

قربانی ہر شخص کی ذاتی ملکیت پر واجب ہوتی ہے جس کے لیے ظاہر ہے کہ ذاتی ملکیت کی پہچان ضروری ہے اور ذاتی ملکیت کی پہچان کے لیے ملکیت کی تعیین اور امتیاز ضروری ہے کہ ہر ایک کی ملکیت واضح ہو۔ اس لیے قربانی کے نصاب کا حساب لگانے کے لیے ملکیت کی تعیین اور وضاحت ضروری ہے۔ ذیل میں تعیینِ ملکیت کی مزید تفصیل ذکر کی جاتی ہے تاکہ یہ مسئلہ واضح ہو سکے اور قربانی کی ادائیگی میں سہولت ہو سکے۔

تعیینِ ملکیت کی حقیقت:

تعیینِ ملکیت کا مطلب یہ ہے کہ اموالِ قربانی یعنی سونا، چاندی، رقم، سامانِ تجارت اور ضرورت سے زائد سامان اور مال سے متعلق یہ بات طے کرنا کہ یہ چیز کس کی ملکیت ہے اور مشترکہ چیز میں کس کا کتنا حصہ ہے؟ جس کی وجہ سے ہر ایک چیز سے متعلق ہر شخص کی ملکیت واضح اور معلوم ہو جائے اور اس میں کسی بھی چیز سے متعلق کسی بھی قسم کا کوئی ابہام اور شک وشبہ نہ رہے۔

تعیینِ ملکیت کی ضرورت:

شریعت یہ حکم دیتی ہے کہ گھر وغیرہ میں موجود تمام اموال سے متعلق ملکیت کی تعیین اور وضاحت ہونی چاہیے، یہ ایک ضروری اور مفید امر ہے۔ اس کی ضرورت اس لیے ہے کہ ملکیت کی تعیین کی وجہ سے شریعت کے متعدد احکام پر عمل کیا جا سکتا ہے اور اس میں سہولت بھی رہتی ہے، کیوں کہ زکوٰۃ، صدقۃ الفطر، قربانی، حج، میراث اور دیگر چھوٹے بڑے مسائل واحکام میں ملکیت کی تعیین اور وضاحت ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے، اس لیے ان احکام پر عمل پیرا ہونے کے لیے ملکیت کا واضح ہونا بہت ہی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب لوگ ان احکام سے متعلق مسائل پوچھنے کے لیے کسی مفتی صاحب کے پاس جاتے ہیں تو اس میں ملکیت کی وضاحت اور تعیین سے متعلق بھی وضاحت طلب کی جاتی ہے پھر اس کے بعد ہی مسائل کا جواب سامنے آسکتا ہے۔

مثال: ایک شخص بندہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ہم سارے بھائی جو کچھ بھی کماتے ہیں اس میں سے بقدرِ

ضرورت رقم لے کر باقی اپنے والد صاحب کو دے دیتے ہیں تاکہ وہ گھر کے اخراجات پورے کر سکیں تو اس رقم کی قربانی کس پر واجب ہو گی؟ بندہ نے عرض کیا کہ یہ رقم کس کی ملکیت ہوتی ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ یہ تو معلوم نہیں اور نہ ہی ایسی کوئی بات طے ہوئی ہے، تو بندہ نے کہا کہ یہ تو طے کرنا پڑے گا تب جا کر قربانی واجب ہونے کا فیصلہ ہو گا، کیوں کہ قربانی کے نصاب کا حساب لگانے کے لیے ملکیت کی تعیین ضروری ہے، جب مالک ہی واضح نہ ہو تو قربانی کا حکم کیسے پورا ہو سکتا ہے!

جواب: مذکورہ بالا مسئلے کی دو صورتیں بنتی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ اگر والد کو وہ رقم مالک بنا کر دی جاتی ہو تو وہ رقم والد ہی کے نصاب میں شمار کی جائے گی، لیکن اگر وہ رقم والد کو مالک بنا کر نہیں دی جاتی ہو بلکہ صرف انہی کے پاس جمع رہتی ہو تو ایسی صورت میں اس رقم میں جن جن حضرات کا جتنا حصہ ہے اتنا حصہ ہر ایک کے نصاب میں شمار کیا جائے گا۔

اس طرح کی متعدد مثالیں ہمارے معاشرے میں موجود ہیں جن کی وجہ سے تعیینِ ملکیت کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

تعیینِ ملکیت کی اہم صورتیں:

ما قبل میں یہ بات بیان ہوئی کہ ہر ایک چیز سے متعلق ملکیت کا متعین ہونا ضروری ہے کہ یہ فلاں کی ملکیت ہے، یہ فلاں کی ملکیت ہے، اس کا مالک فلاں ہے۔ ہمارے معاشرے میں ویسے تو بہت سے معاملات ایسے ہیں جن میں ملکیت کی تعیین ہونی چاہیے البتہ اس کی چند عام اور اہم صورتیں درج کی جاتی ہیں تاکہ مسئلے کی اہمیت واضح ہو جائے اور اسی سے ہم سمجھ جائیں کہ یہ مسئلہ کس قدر حساس ہے:

1۔ والدین یا گھر کے سربراہ کو گھر کے اخراجات وغیرہ کے لیے دی گئی رقم سے متعلق تعیینِ ملکیت:

اولاد جب گھر کے اخراجات چلانے کے لیے رقم گھر کے سربراہ یا والد کو دیتی ہے تو اس میں بھی یہ واضح ہونا چاہیے کہ آیا یہ رقم والد کو مالک بنا کر دی جا رہی ہے یا محض انتظامی طور پر ان کے حوالے کر دی جاتی ہے اور وہ

بدستور اولاد ہی کی ملکیت میں رہتی ہے ؟ یہ سب کچھ واضح ہونا چاہیے۔

2۔ مشترکہ رقم، کاروبار اور دیگر اموالِ قربانی سے متعلق ملکیت کی تعیین:

جو رقم، کاروبار اور دیگر اموالِ قربانی مشترک ہوں ان میں بھی حصوں کی وضاحت ہونی چاہیے کہ ان چیزوں میں کس کا کتنا حصہ ہے ؟تاکہ ملکیت اور حصے واضح رہیں۔

3۔ مشترکہ فیملی بزنس میں شُرکاء کی ذاتی حیثیت اوران کے حصوں کی تعیین:

گھر یاخاندان کے افراد مشترکہ طور پر جو کاروبار کرتے ہوں تو اس میں بھی ہر ایک کی حیثیت طے ہونی چاہیے کہ کون کاروبار کا مالک ہے اور کون محض تنخواہ دار ملازم ہے ؟اسی طرح جو حضرات کاروبار میں شریک ہیں تو ہر ایک کا اس میں کتنا کتنا حصہ ہے ؟ یہ سب طے ہو جانا چاہیے۔

4۔ کسی بیٹے کو والد کی جانب سے دیے گئے مال یا بزنس سے متعلق ملکیت کی تعیین:

جب والد اپنے کسی بیٹے کو کاروبار کے لیے رقم دیتا ہے تو اس میں یہ واضح ہونا چاہیے کہ والد بیٹے کو یہ رقم قرض کے طور پر دے رہا ہے یا ہدیہ کے طور پر؛ یہ بات واضح ہو جانی چاہیے۔

5۔ کسی بیٹے کو والد کی جانب سے حوالہ کیے گئے بزنس سے متعلق ملکیت کی تعیین:

جب والد اپنے بیٹے کو اپنا کاروبار حوالہ کرتا ہے تو اس میں یہ واضح ہونا چاہیے کہ والد بیٹے کو اس کاروبار کا مالک بنا رہا ہے، یا بدستور والد ہی مالک رہے گا اور بیٹا اپنے اخراجات کی رقم وصول کرتا رہے گا؟ یہ بات واضح ہونی چاہیے کیوں کہ بعد میں اس میں بڑی خرابیاں سامنے آتی ہیں۔

6۔ والد کے ساتھ کام کرنے والے بیٹے کی ذاتی حیثیت کی تعیین:

جب کوئی بیٹا والد کے ساتھ کام کر رہا ہو تو اس سے متعلق یہ واضح ہونا چاہیے کہ اس کاروبار میں اس بیٹے

کی حیثیت کیا ہے؟ کیا وہ حصہ دار شریک ہے یا وہ تنخواہ دار ملازم ہے جو اپنی صوابدید پر یا طے شدہ قواعد کے تحت کاروبار سے اپنے لیے رقم وصول کرلیتا ہے؟

7۔ مشترکہ طور پر جمع کی جانے والی کمیٹی میں حصہ داروں کے حصے کی تعیین:

بسا اوقات گھروں میں مشترکہ طور پر کمیٹی ڈالی جاتی ہے تو اس میں بھی شُرکاء کے حصوں کی تعیین ضروری ہے۔

8۔ گھر بنانے کے لیے مشترکہ طور پر جمع کی جانے والی رقم میں ملکیت کی تعیین:

بسا اوقات گھروں میں گھر بنانے یا زمین خریدنے کے لیے مشترکہ طور پر رقم جمع کی جاتی ہے، اس میں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اس جمع کی جانے والی رقم کا مالک کون ہے؟ کیا کسی ایک کی ملکیت میں ہے یا سبھی اس کے مالک ہیں؟ اگر سبھی مالک ہوں تو پھر اس میں ہر ایک کے حصے کی تعیین ہونی ضروری ہے۔ بہت سے لوگ اس میں ملکیت متعین نہیں کرتے جو کہ بڑی غلطی ہے۔

9۔ مشترکہ رقم سے گھر بنانے کی صورت میں ملکیت کی تعیین:

چند بھائی یا گھر کے افراد رقم ملا کر گھر کی تعمیر کرلیں تو اس میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس گھر میں کس کا کتنا حصہ ہے؟

10۔ مشترکہ طور پر قرض لینے کی صورت میں ہر ایک کے حصے کی تعیین:

گھر کے افراد کسی ضرورت کی خاطر مشترکہ طور پر قرض لے لیتے ہیں لیکن اس میں یہ وضاحت نہیں کرتے کہ یہ قرض کس تناسب سے مشترک ہے اور ہر ایک پر کتنا قرض لاگو ہوا ہے؟ حالاں کہ اس کی تعیین ہونی چاہیے۔

ملکیت کی تعیین اور فکرِ آخرت:

حقیقت یہ ہے کہ ملکیت کی تعیین اور وضاحت کے معاملے میں وہی لوگ فکر مندی کا مظاہرہ کر سکتے ہیں جو آخرت میں جوابدہی کا خوف رکھتے ہیں، جو شرعی احکام پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ رکھتے ہیں اور اللہ کو راضی کرنے کی فکر کرتے ہیں، اور یہی ہمارے حضرات اکابر اور بزرگانِ دین کا طرزِ عمل رہا ہے، جبکہ اس سے غفلت انسان کی فکرِ آخرت اور دینداری پر سوالیہ نشان لگا دیتی ہے!!

خلاصہ:

ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ ملکیت کی تعیین کس قدر اہمیت رکھتی ہے، اس لیے قربانی کے حکم پر پوری طرح عمل کرنے کے لیے ملکیت کی تعیین ضروری ہے کیوں کہ اس کے بغیر قربانی کے حکم پر ٹھیک طرح عمل نہیں کیا جاسکتا۔ گویا کہ خلاصہ یہ ہوا کہ قربانی میں ہر ایک کی ذاتی ملکیت کا اعتبار ہوتا ہے جس کے لیے ذاتی ملکیت کی پہچان ضروری ہے اور ذاتی ملکیت کی پہچان کے لیے ملکیت کی تعیین اور امتیاز ضروری ہے۔ اس لیے تمام تر غلطیوں سے حفاظت کے لیے ضروری ہے کہ ملکیت کی تعیین اور امتیاز کر لیا جائے۔

فائدہ: تعیینِ ملکیت کے مسئلے کی مکمل تفصیل کے لیے دیکھیے بندہ کا رسالہ ''تعیینِ ملکیت: حقیقت، اہمیت، فوائد اور کوتاہیاں''۔

کیا گھر کے سربراہ کی ذاتی قربانی اس کے اہل و عیال کی طرف سے کافی ہے؟

فہرست:

- قربانی کے نصاب میں ذاتی ملکیت کا اعتبار۔
- گھر کے افراد کو اپنی ذاتی قربانی میں شریک کرنے کی دو صورتیں۔
- گھر کے سربراہ کی ذاتی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی نہ ہونے کی وجوہات۔
- زیرِ بحث مسئلے سے متعلق ایک حدیث اور اس کا صحیح مطلب۔

آجکل یہ غلط فہمی عام ہے کہ بہت سے لوگ گھر کے سربراہ کے ذاتی حصے کی قربانی گھر کے دیگر افراد کی جانب سے کافی سمجھتے ہیں کہ جب گھر کے بڑے نے اپنی قربانی کرلی اور اسی میں گھر کے افراد کی نیت بھی کرلی (یا بعض کے بقول نیت نہ بھی کی) تو گھر کے تمام افراد کی طرف سے یہ قربانی کافی ہے، ایسی صورت میں گھر کے دیگر صاحبِ نصاب افراد کے ذمے قربانی کرنا واجب نہیں رہتا۔ اور اس کے لیے مسند احمد کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ ''حضور اقدس ﷺ جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو بڑے موٹے تازے سینگوں والے سیاہ وسفید رنگت والے دو خصی مینڈھے خریدتے، اُن میں سے ایک اپنے اُن امتیوں کی طرف سے قربان کرتے جنھوں نے اللہ کی توحید اور آپ کی تبلیغ کی گواہی دی، اور دوسرا اپنی اور اپنے اہل وعیال کی طرف سے قربان کرتے۔'' ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ اس حدیث کے مطابق حضور اقدس ﷺ نے اپنے اور اپنے اہل وعیال کی جانب سے ایک ہی دنبے کی قربانی فرمائی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گھر کے سربراہ کے ذاتی حصے کی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی ہو جاتی ہے۔

واضح رہے کہ یہ غلط فہمی ہے، اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مسئلے کی تفصیل سے وضاحت کی جائے تاکہ اس غلط فہمی کا ازالہ ہوسکے، جس کے لیے پہلے مسئلہ کی صحیح صورتحال بیان کی جاتی ہے۔

قربانی کے نصاب میں ذاتی ملکیت کا اعتبار:

احناف سمیت متعدد ائمہ کرام کا مذہب یہ ہے کہ ہر شخص پر اسی کی ملکیت کے اعتبار سے قربانی واجب ہے۔ میاں بیوی، والدین اولاد، بہنوں اور بھائیوں میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی ملکیت کا الگ الگ حساب لگایا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر شوہر اور بیوی دونوں ہی صاحبِ نصاب ہوں تو دونوں کے ذمّے الگ الگ حصے کی قربانی واجب ہو گی، اسی طرح اگر والد بھی صاحبِ نصاب ہو اور بیٹا بھی تو دونوں کے ذمّے الگ الگ حصے کی قربانی واجب ہو گی، یہی حکم بہنوں، بھائیوں اور دیگر افراد کا بھی ہے۔ اسی طرح قربانی واجب ہونے کے لیے ایک کے مال کو دوسرے کے مال کے ساتھ جمع نہیں کیا جائے گا، بلکہ ان میں سے جس کی بھی ملکیت میں نصاب

کے بقدر مال آجائے تو اسی کے ذمّے قربانی واجب ہے اور جس کی ملکیت میں نصاب کے برابر مال نہ ہو تو اس کے ذمے قربانی واجب نہیں۔ (فتاویٰ عثمانی، رد المحتار)

یہ متعدد روایات اور شرعی دلائل واصول سے اخذ شدہ ایک عام ضابطہ ہے جس میں کوئی استثنا نہیں۔

2۔ جو شخص صاحبِ نصاب ہو اس کے ذمّے اسی کی قربانی واجب ہے، اس کے ذمے کسی اور کی قربانی واجب نہیں، ہاں اگر یہ شخص دوسرے کی اجازت سے اس کی طرف سے قربانی کرلے تو بھی جائز ہے۔

(رد المحتار، فتاویٰ محمودیہ، فتاویٰ عثمانی، فتاویٰ رحیمیہ)

گھر کے افراد کو اپنی ذاتی قربانی میں شریک کرنے کی دو صورتیں:

گھر کا سربراہ اپنی ذاتی قربانی میں گھر کے دیگر افراد کو بھی شریک کرنا چاہے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

1۔ قربانی تو گھر کے سربراہ ہی کی طرف سے ہو البتہ ثواب میں گھر والوں کو بھی شریک کیا جائے تو یہ صورت جائز ہے، اور حضور اقدس ﷺ کا گھر والوں کو قربانی میں شریک کرنے کا یہی مطلب ہے، جیسا کہ آگے تفصیل مذکور ہے۔

2۔ گھر کا سربراہ گھر والوں کو اپنی واجب قربانی میں شریک کرنا چاہے کہ گھر والوں کی طرف سے بھی قربانی ادا ہو جائے تو ایسی صورت میں گھر کے سربراہ کی ذاتی قربانی گھر کے دیگر افراد کی طرف سے ہرگز کافی نہ ہوگی، بلکہ گھر کے صاحبِ نصاب افراد میں سے ہر ایک کے ذمے الگ سے قربانی کرنی واجب ہے۔ یہی روایات اور شرعی دلائل کا تقاضا ہے، اس لیے اسی پر عمل ہونا چاہیے۔

گھر کے سربراہ کی ذاتی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی نہ ہونے کی وجوہات

ماقبل کی تفصیل سے صحیح مسئلہ واضح ہوگیا کہ گھر کے سربراہ کی ذاتی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی نہیں اگرچہ وہ سب کی طرف سے قربانی کی نیت کرے، اس کی متعدد وجوہات ہیں:

پہلی وجہ:

حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جس کے پاس وسعت ہو اور وہ اس کے باوجود بھی قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔“

- سنن ابن ماجہ میں ہے:

٣١٢٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: «مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا».

مذکورہ حدیث سے مأخوذ چھ اہم فوائد:

1۔ صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود قربانی نہ کرنے پر مذکورہ وعید سے قربانی کی اہمیت اور تاکید بخوبی معلوم ہوجاتی ہے۔

2۔ قربانی نہ کرنے پر مذکورہ وعید سے قربانی کے واجب ہونے کی طرف بھی اشارہ ہوجاتا ہے کیوں کہ یہ وعید واجب جیسے احکام ترک کرنے پر ہی وارد ہوسکتی ہے۔

3۔ اس حدیث سے زیرِ بحث مسئلہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ گھر کے سربراہ کی ذاتی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی نہیں کیوں کہ اس حدیث میں ”مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ“ کے الفاظ عام ہیں جو کہ گھر کے تمام افراد کو شامل ہیں، اس میں یہ تخصیص نہیں کہ گھر کا سربراہ اگر اپنی قربانی کرلے تو یہ گھر کے دیگر افراد کی طرف سے بھی کافی ہوجائے گی اور اس صورت میں گھر کے دیگر صاحبِ نصاب افراد قربانی نہ کرنے کی اس وعید میں داخل نہیں ہوں گے، کیوں کہ اس کے لیے صحیح اور صریح دلیل ہونی چاہیے جو کہ موجود نہیں۔

4۔اس حدیث میں "مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ" کے الفاظ سے اور دیگر روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک پر اس کی ذاتی ملکیت کی بنیاد پر قربانی واجب ہوتی ہے، جیسا کہ زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور حج ہے،اس لیے اس سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ جس کی ملکیت میں نصاب کے بقدر مال موجود ہو اس کے ذمے قربانی واجب ہو گی اور جس کے پاس نصاب نہیں اس پر قربانی واجب نہیں، یہ ایک عام شرعی اصول ہے،اس لیے جس طرح یہ دیگر مسلمانوں پر لاگو ہوتا ہے اسی طرح یہی اصول گھر کے افراد پر بھی لاگو ہو گا کہ گھر کے سربراہ کے ذاتی حصے کی قربانی گھر کے دیگر افراد کی طرف سے کافی نہیں۔

5۔ایک لطیف بات یہ ہے کہ اگر گھر کے سربراہ کی اپنی قربانی سب گھر کی طرف سے کافی ہوتی تو حدیث کی اس وعید کا مصداق صرف وہی گھر ہو گا جس میں گھر کے سربراہ سمیت گھر کا کوئی بھی فرد قربانی نہ کرے، لیکن جہاں گھر کے سربراہ نے قربانی کی اور سب کی نیت کرلی تو اس طرح وہ مکمل گھر اس وعید سے محفوظ ہو گیا حالاں کہ انھوں نے صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود قربانی نہیں کی، ظاہر ہے کہ یہ مطلب اور فرق کیسے مراد لیا جا سکتا ہے جبکہ حدیث میں عموم ہے، کوئی استثنا نہیں؟؟

6۔اس حدیث میں "وُسعت" کی قید سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ قربانی ہر ایک پر واجب نہیں بلکہ وُسعت اور استطاعت والے شخص ہی پر واجب ہے،اور صاحبِ وسعت سے مراد صاحبِ نصاب ہونا ہے۔

دوسری وجہ:

نماز، زکوٰۃ، حج، سجدہ تلاوت سمیت دیگر فرائض اور واجبات جس طرح ہر ایک کے ذمے ذاتی حیثیت سے لازم ہوتے ہیں، کسی شخص کے ایسے ذاتی اعمال دوسروں کی طرف سے کافی نہیں ہوتے تو اسی طرح قربانی بھی ہر ایک کے ذمے ذاتی حیثیت سے واجب ہوتی ہے، کسی کی ذاتی قربانی دوسروں کی طرف سے کافی نہیں ہو جاتی۔

تیسری وجہ:

گھر کے سربراہ کے اپنے ایک حصے کی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی ہو جانے کی بات اُن روایات

کے بھی خلاف ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک بکری یا دنبہ صرف ایک ہی شخص کی طرف سے کافی ہو سکتا ہے،اس میں شرکت جائز نہیں، یہ روایات سے اخذ شدہ عام اصول ہے،اس لیے یہی اصول گھر کے افراد پر بھی لاگو ہوگا کہ گھر کے سربراہ کے ذاتی حصے کی قربانی گھر کے دیگر افراد کی طرف سے کافی نہیں۔

چوتھی وجہ:

یہ حضرات جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اس میں چوں کہ دنبے کا ذکر ہے اس لیے اسی کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر گھر کے سربراہ کی ایک بکری یا دنبے کی قربانی پورے گھر کی طرف سے کافی ہے تو پھر کسی بڑے جانور میں گھر کے سربراہ کے ایک حصے کی قربانی بھی سب کی طرف سے کافی ہوگی، تو جب ایک ہی بڑے جانور میں سات افراد اس طرح شریک ہوں کہ اُن میں سے ایک یا زیادہ افراد گھر کے سربراہ کے طور پر شریک ہو جائیں اور گھر کے دیگر افراد کی بھی نیت کر لیں تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں شرکاء کی تعداد سات سے زیادہ ہو جائے گی جو کہ خود روایات کے خلاف ہے۔

- صحیح مسلم میں ہے:

١٣١٨- عَنْ جَابِرٍ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نَشْتَرِكَ فِي الإِبِلِ وَالْبَقَرِ، كُلُّ سَبْعَةٍ مِنَّا فِي بَدَنَةٍ.

- المعجم الکبیر للطبرانی میں ہے:

٩٨٨٤- عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: الْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ، وَالْجَزُورُ عَنْ سَبْعَةٍ فِي الأَضَاحِيِّ.

- سنن ابن ماجہ میں ہے:

٣١٣٦- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: إِنَّ عَلَيَّ بَدَنَةً، وَأَنَا مُوسِرٌ بِهَا، وَلَا أَجِدُهَا فَأَشْتَرِيَهَا، فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَبْتَاعَ سَبْعَ شِيَاهٍ فَيَذْبَحُهُنَّ.

زیرِ بحث مسئلے سے متعلق ایک حدیث اور اس کا صحیح مطلب:

ماقبل کی تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ گھر کے افراد میں سے جو جو افراد صاحبِ نصاب ہوں تو ہر ایک کے ذمے الگ الگ حصے کی قربانی واجب ہے، گھر کے سر براہ کے ذاتی حصے کی قربانی گھر کے دیگر افراد کی جانب سے ہر گز کافی نہیں۔

اس مسئلہ سے متعلق بعض حضرات جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں وہ ماقبل میں ذکر ہوچکی ہے کہ مسند احمد میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو بڑے موٹے تازے سینگوں والے سیاہ و سفید رنگت والے دو خصی مینڈھے خریدتے، اُن میں سے ایک مینڈھا اپنے اُن امتیوں کی طرف سے قربان کرتے جنھوں نے اللہ کی توحید اور آپ کی تبلیغ کی گواہی دی، اور دوسرا مینڈھا اپنی اور اپنے اہل وعیال کی طرف سے قربان کرتے۔

٢٥٨٤٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا ضَحَّى اشْتَرَى كَبْشَيْنِ عَظِيمَيْنِ سَمِينَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مَوْجُوأَيْنِ قَالَ: فَيَذْبَحُ أَحَدَهُمَا عَنْ أُمَّتِهِ مِمَّنْ أَقَرَّ بِالتَّوْحِيدِ وَشَهِدَ لَهُ بِالْبَلَاغِ، وَيَذْبَحُ الْآخَرَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ.

حدیث کا صحیح مطلب:

اس حدیث میں اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ حضور اقدس ﷺ اپنے اہل وعیال کی طرف سے جو قربانی فرماتے تھے وہ گھر والوں کی واجب قربانی ہی ہوتی تھی، بلکہ اس حدیث کا درست مطلب یہی ہے کہ قربانی تو حضور اقدس ﷺ ہی کی جانب سے ہوا کرتی تھی البتہ اس کے ثواب میں اپنے گھر والوں کو بھی شریک فرمالیا کرتے تھے کہ ان کو بھی ایصالِ ثواب کر دیا کرتے، اور یہ صورت بالکل جائز ہے۔

اس حدیث کا یہ مطلب مراد لینے کی ایک بڑی وجہ تو یہ ہے کہ اس صورت میں اس کا دیگر دلائل اور شرعی اصول سے ٹکراؤ پیدا نہیں ہوتا جن کی تفصیل ماقبل میں بیان ہوچکی، دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ اسی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اپنی امت کی طرف سے بھی قربانی کیا کرتے تھے، تو اس سے واضح طور پر

معلوم ہو جاتا ہے کہ امت کی طرف سے قربانی کرنے کا مقصد سوائے ثواب پہنچانے کے اور کیا ہو سکتا ہے؟؟ تو اسی طرح ازواج مطہرات کی جانب سے کی جانے والی قربانی کا مقصد بھی یہی ہے۔

حضور اقدس ﷺ کا اپنی امت کی طرف سے قربانی کرنے سے متعلق چند مزید روایات ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ذبح (یعنی قربانی) کے دن دو سینگوں والے خصی دنبے ذبح کرنے چاہے تو ان کو قبلہ رخ کیا اور پھر یہ دعا پڑھی:

إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيْفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ.

پھر فرمایا کہ: "اے اللہ! یہ قربانی تیری طرف سے ہے اور خالص تیری ہی رضا کے لیے ہے، تو اس کو محمد اور اس کی امت کی جانب سے قبول فرما۔" اس کے بعد آپ ﷺ نے ذبح فرمایا۔

- سنن ابی داود میں ہے:

٢٧٩٧- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ: ذَبَحَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ الذَّبْحِ كَبْشَيْنِ أَقْرَنَيْنِ أَمْلَحَيْنِ مُوجَأَيْنِ، فَلَمَّا وَجَّهَهُمَا قَالَ: «إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضَ عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، لَا شَرِيكَ لَهُ، وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ، بِاسْمِ اللهِ وَاللهُ أَكْبَرُ»، ثُمَّ ذَبَحَ.

2۔ مسند احمد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے دنبہ اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور یوں فرمایا کہ: "بِسْمِ اللهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ، اے اللہ! یہ قربانی میری جانب سے ہے اور میری امت کے ہر اس فرد کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔"

١٤٨٣٧- عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو: أَخْبَرَنِي مَوْلَايَ الْمُطَّلِبُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ عِيدَ الْأَضْحَى، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَتَى بِكَبْشٍ فَذَبَحَهُ فَقَالَ: «بِسْمِ اللهِ، وَاللهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُمَّ إِنَّ هَذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي».

کیاان روایات کی رو سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ چوں کہ حضور اقدس ﷺ نے امت کی طرف سے بھی قربانی فرمادی ہے جس کے نتیجے میں سب کی طرف سے واجب قربانی ادا ہو گئی، اس لیے اب امت میں سے کسی کو بھی قربانی کرنے کی ضرورت نہیں، ظاہر ہے کہ یہ بات ہر گز درست نہیں کیوں کہ ایک تو یہ شرعی دلائل کے بھی خلاف ہے، دوم یہ کہ پھر تو قربانی سے متعلق قرآن وسنت کی تعلیمات کالعدم اور بے معنیٰ قرار پائیں گی اور قربانی جیسی عظیم عبادت معطّل ہو کر رہ جائے گی، معاذ اللہ۔ اس لیے جب امت کی طرف سے قربانی کرنے کی صورت میں ایصالِ ثواب ہی کا معنیٰ مراد لیا جاتا ہے تو گھر والوں کی طرف سے قربانی کرنے کی صورت میں بھی ایصالِ ثواب ہی مراد لیا جائے گا، جیسا کہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے:

قَالَ ابْن بطال فِي «الْمَغَازِي» للْبُخَارِيّ: عَن بُرَيْدَة: أَن النَّبِي ﷺ كَانَ بعث عليًّا إِلَى الْيمن قبل حجَّة الْوَدَاع ليقْبض الْخمس، فَقدم من سعايته، فَقَالَ النَّبِي ﷺ: «بِمَا أَهللْت يَا عَليّ؟» قَالَ: بِمَا أهل بِهِ رَسُول الله ﷺ. قَالَ: «فاهدِ وامكث حَرَامًا كَمَا كنت»، قَالَ: فأهدى لَهُ عَليّ هَديا، قَالَ: فَهَذَا تَفْسِير قَوْله: «وأشركه فِي الْهَدْي» أَن الْهَدْي الَّذِي أهداه عَليّ عَن النَّبِي ﷺ وَجعل لَهُ ثَوَابه فَيحْتَمل أَن يفرده بِثَوَاب ذَلِك الْهَدْي، كُله فَهُوَ شريك لَهُ فِي هَدْيه؛ لِأَنَّهُ أهداه عَنهُ تَطَوّعا من مَاله، وَيحْتَمل أَن يشركهُ فِي ثَوَاب هدي وَاحِد يكون بَينهمَا، كَمَا ضحى ﷺ عَنهُ وَعَن أهل بَيته بكبش، وَعَمن لم يضح من أمته وأشركهم فِي ثَوَابه، وَيجوز الِاشْتِرَاك فِي هدي التَّطَوُّع.

(بابُ الاشْتِرَاكِ فِي الْهَدْيِ والْبُدْنِ)

اس بحث کی تفصیل "اعلاء السنن" میں ملاحظہ فرمائیں۔

قربانی واجب ہونے سے متعلق چند غلط فہمیاں

عوام میں قربانی واجب ہونے سے متعلق بہت سی غلط فہمیاں عام ہیں جن کے بارے میں لوگ سوالات کرتے رہتے ہیں، ذیل میں ایسی متعدد غلط فہمیاں اور ان کی مختصر تردید ذکر کی جاتی ہے:

1۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ زندگی میں ایک بار قربانی کر لینا کافی ہے، ایک بار قربانی کر لینے کے بعد صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود بھی قربانی واجب نہیں ہوتی، حالاں کہ یہ واضح غلطی ہے، صحیح مسئلہ یہ ہے کہ جو شخص قربانی کے تین دنوں یعنی 10، 11 اور 12 ذوالحجہ میں جس جس سال صاحبِ نصاب ہو اور اس میں قربانی کی شرائط پائی جائیں تو اس پر اس سال قربانی واجب ہوگی اگرچہ اس نے پہلے قربانی کی ہو۔

2۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ قربانی صرف شادی شدہ افراد پر واجب ہوتی ہے، یہ بات غلط ہے، حقیقت یہ کہ قربانی ہر عاقل بالغ مقیم صاحبِ نصاب مسلمان پر واجب ہوتی ہے چاہے وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔

3۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ زندگی میں سات قربانیاں کر لیں تو یہ کافی ہیں، اس کے بعد مزید قربانی کرنے کا حکم لاگو نہیں ہوتا۔ یہ واضح غلط فہمی ہے۔ اس کی تردید نمبر 1 کے تحت ذکر ہو چکی۔

4۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ عورت پر قربانی واجب نہیں ہوتی۔ یہ بھی غلطی ہے، عورت میں قربانی کی شرائط پائی جائیں تو قربانی واجب ہو جاتی ہے۔

5۔ بعض گھرانوں میں قربانی کے نصاب کا حساب لگانے کے لیے متعدد افراد کی ملکیت کو جمع کر کے شمار کرتے ہیں، حالاں کہ درست مسئلہ یہ ہے کہ ہر شخص پر اسی کی ملکیت کے اعتبار سے قربانی واجب ہوتی ہے یعنی ہر ایک کی ملکیت میں جس قدر مال موجود ہے صرف اسی کا قربانی کے نصاب میں حساب لگایا جائے گا اور جو مال ملکیت میں نہیں ہے اس کا حساب نہیں لگایا جائے گا۔ گویا کہ میاں بیوی، والدین اولاد میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی ملکیت کا الگ الگ اعتبار ہے کہ اگر شوہر اور بیوی دونوں ہی صاحبِ نصاب ہوں تو دونوں کے ذمّے قربانی واجب ہوگی، اگر والد بھی صاحبِ نصاب ہو اور بیٹا بھی تو دونوں کے ذمّے قربانی واجب

ہو گی۔ یہی حکم بہنوں اور بھائیوں کا بھی ہے۔اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی سمجھیے کہ قربانی واجب ہونے کے لیے ایک کے مال کو دوسرے کے ساتھ جمع نہیں کیا جائے گا، بلکہ ان میں سے جس کی بھی ملکیت میں نصاب کے بقدر مال آجائے تو صرف اسی کے ذمّے قربانی واجب ہے بس!!

6۔ بہت سے لوگ گھر کے سربراہ کی قربانی پورے گھر کے لیے کافی سمجھتے ہیں۔ حالاں کہ یہ غلطی ہے کیوں کہ گھر میں جتنے بھی افراد صاحبِ نصاب ہوں سب کے ذمے الگ الگ قربانی واجب ہے۔ جیسا کہ نمبر 5 میں ذکر ہو چکا۔

7۔ بعض خواتین یہ سمجھتی ہیں کہ ہماری طرف سے قربانی کی ادائیگی شوہر کی ذمہ داری ہے، حالاں کہ یہ درست نہیں، بلکہ صحیح مسئلہ یہ ہے کہ صاحبِ نصاب خواتین کی قربانی انھی کے ذمے واجب ہے، شوہر کے ذمے نہیں، البتہ اگر شوہر ان کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو یہ بھی درست ہے، لیکن اگر شوہر نہ کرنا چاہے تو خواتین کے ذمے اپنی قربانی کرنا واجب ہے۔

8۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ قربانی اس شخص پر واجب ہوتی ہو جو کہ کماتا ہو اور برسرِ روزگار ہو، حالاں کہ قربانی واجب ہونے کا کمانے یا روزگار کرنے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں بلکہ اس کا تعلق صاحبِ نصاب ہونے اور قربانی کی شرائط پائی جانے کے ساتھ ہے۔

9۔ بعض گھرانوں میں یہ رواج ہوتا ہے کہ وہ گھر کے صاحبِ نصاب افراد کی طرف سے سال بہ سال باری باری قربانی کرتے ہیں۔ حالاں کہ گھر میں جتنے بھی افراد صاحبِ نصاب ہوں ان میں سے ہر ایک کی طرف سے الگ الگ قربانی کرنا واجب ہے۔اس صورت میں یہ باری باری کا سلسلہ کافی نہیں۔

10۔ بعض صاحبِ نصاب لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پہلے بچیوں کی شادیاں ہو جائیں تو اس کے بعد قربانی کریں گے۔ یہ عذر قابلِ قبول نہیں۔

11۔ بعض صاحبِ نصاب لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم پر قربانی کیسے واجب ہے حالاں کہ ہماری ملکیت میں

موجود مال پر سال نہیں گزرا۔ صحیح مسئلہ یہ کہ قربانی کے نصاب کا سال گزرنے سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ قربانی واجب ہونے کے لیے قربانی کے تین دنوں میں صاحبِ نصاب ہونا کافی ہے۔

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

محلہ بلال مسجد نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی